سیراطیبات

یعنی

مشاہیر نسواں

جس میں اسلامی دور کی ممتاز اور مشہور عورتوں کے
علمی مذہبی اور اخلاقی کارنامے مستند کتابوں سے لیکر
بیان ہوئے ہیں۔ یہ سبق آموز تذکرے اصلاح معیشت و
معاشرت کا بہت کچھ قیمتی مواد اپنے اندر رکھتے ہیں
مسلمانوں کی قومی نسوانی زندگی کے لئے
اسکا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

از
مولانا مقصود احمد صاحب بھوپالی
(جمیل کاتب)

جسے
منیجر صدیق بکڈپو امین آباد پارک لکھنؤ نے شایع کیا

دیباچہ

اسلامی دنیا کے استحکام اور بقا مین جہان اور حالات وابستہ ہین۔ وہان مذہبی بنیاد بھی اس ایوان عالیشان کو مضبوط بنائے ہوئے ہی۔ سچ ہے کہ دنیا مین مذہب ہی ایک ایسی چیز ہے جو ایک طرف تو تمدن، شائستگی، اور تہذیب کی رونق ہے اور دوسری طرف روحانیت کی ایسی دلپسند اور دلکش تعلیم دے رہا ہے کہ جس سے تہذیب حاضرہ کی بے اعتدالیون کا کافی سدِ باب ہو جائے۔ مسلمانون کی خوش قسمتی ہے کہ اُن کے لٹریچر کی عام رفتار مین۔ مذہبی کتابین بھی ضرور نظر آتی ہین۔ اور ہر سال اُن مین اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اِن کتابون کے پڑھنے والون کی تعداد خود کتنی ہی کم کیون نہ ہو تاہم احساس عام ضرور ہے اور اسلامی لٹریچر کی کثرت ایک دن ضرور مستغنی المزاج لوگون کی نگاہون کو اپنی طرف کھینچ لے گی۔

جو کتاب اسوقت پیش کی جاتی ہے گو وہ صفحات کے لحاظ سے ضخیم نہ سہی لیکن اپنی جامعیت کے لحاظ سے ضرور اہمیت رکھتی ہے اور مجھے امید ہی کہ وہ قدردانون مین قدر کی نظر سے دیکھی جائے گی۔

اس موضوع پر دو ایک کتابین جدید الشیوع ہین لیکن اُن مین رطب و یابس، مفروضات موضوعات کا نظر فریب ذخیرہ اس قدر موجود ہے جس نے اصل واقعات مین بھی شک و شبہ کے خیالات پیدا کر دیئے ہین۔ اس لیئے ضرورت تھی کہ ایک چھوٹی سی کتاب (ہینڈ بُک) اصل واقعات پر روشنی ڈالے اور جس مین روایت و درایت کا کافی لحاظ رکھا گیا ہو۔

مسلمان خواتین کے لیئے یہ کتاب بہت مفید ہے اور اس قسم کی مذہبی کتابون کی ان کے لیئے بہت ضرورت ہی۔ اور اُن کے مطالعہ کی میز پر اس قسم کی کتابین لازمی ہین۔

مجھے یقین ہے کہ مسلم خواتین اس کتاب سے کہ "جس مین عہد رسالت کی صنف نازک کی مبارک بیش بہا ہستیوں کے کارنامے۔ اخلاق و اخلاص، خودداری، راستبازی، صداقت گوئی۔ حق پرستی، حیرت انگیز جرأت، شجاعت، دلیری، تمدن، معاشرت، خانہ داری کی اہم ذمہ داریان، محنت و جانفشانی، عدل و انصاف، ایثار نفس، خدا ترسی، شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری، شوہر سے محبت۔ اولاد کی تعلیم و تربیت، ادب و تعظیم، تکریم، شاعرانہ تخیلات، غرضکہ ہر قسم کے سبق آموز حالات مستند روایات مختلف تواریخ معتبرہ سے اخذ کرکے درج کئے گئے ہین" استفادہ حاصل کرکے دعاءے خیر سے یاد کرین گی۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ

بھوپال۔ ۵ فروری ۱۹۲۵ء

خاکسار

مقصود احمد

حضرت زینب رضی اللہ عنہا

نام جناب رسول خدا سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی کا نام زینب رضی اللہ عنہا ہے جو راہِ الٰہی میں شہید ہوئیں، اُن کی نسبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلعم کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ آپنے فرمایا وہ میری سب سے اچھی لڑکی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی ہے[1] اُن کی والدہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے تصدیق رسالت کی اور جنکے فضائل ومناقب اسقدر ہیں کہ اُمتِ مسلمہ میں اُنکا وہی مرتبہ ہے جو اُمتِ ماضیہ میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا، ابو عمر کا قول ہے کہ سب صاحبزادیوں میں یہ بڑی صاحبزادی تھیں اس میں کوئی اختلاف نہیں، اور جو لوگ اختلاف کرتے ہیں وہ صحیح نہیں اور نہ قابل توجہ ہے، اب اگر اختلاف ہے تو اس امر میں کہ اولاد رسول صلعم میں اوّلاً حضرت زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں یا حضرت قاسم، علمائے نسب کے ایک گروہ کا قول ہے کہ اوّل حضرت قاسم پیدا ہوئے اُن کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا، ابن کلبی کہتے ہیں کہ پہلے زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں پھر قاسم، بہرحال سب صاحبزادیوں میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا سب سے بڑی ہیں[2]۔

ولادت بعثت سے دس سال قبل پیدا ہوئیں اسوقت آنحضرت صلعم کی عمر شریف تیس سال کی تھی[3] حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حالات طفولیت کا کتب تواریخ میں کہیں پتہ نہیں چلتا اس لیے اُن کا حال زمانۂ شادی سے قلمبند کیا جاتا ہے۔

نکاح آنحضرت صلعم کی صاحبزادیوں میں سب سے پہلے حضرت زینب کی شادی کمسنی میں قبل نبوّت اُن کے حقیقی خالہ زاد بھائی ابو العاص (ملقب بہ لقیط) بن ربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس بن مناف کے ساتھ ہوئی[4] جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے[5] حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے جہیز میں منجملہ دیگر سامان کے ایک عقیق یمنی کا ہار تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا[6] چونکہ یہ عقیق یمنی کا ہار ایک خاص اہم واقعہ سے تعلق رکھتا ہے اس لیے آگے کے بیان

---

[1] زرقانی بحوالہ طحاوی ترجمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا [2] طبقات صفحہ ۲۰ [3] ایضاً [4] ایضاً [5] ایضاً [6] ایضاً۔

(عام حالات) مین درج کیا جائے گا۔

اسلام

جب آنحضرت صلعم منصب نبوّت پر فائز ہوئے تو حضرت زینبؓ بھی اسلام لے آئین[1]، اور اپنے شوہر ابو العاص کے اسلام لانے سے پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کی[2]۔

عام حالات

چونکہ ابو العاص شرک مین مبتلا تھے[3] بموجب احکام اسلامی زوجین مین تفریق کی ضرورت تھی لیکن چونکہ آنحضرت صلعم اسوقت مکہ مین مغلوب تھے اور کوئی اسلامی قوت موجود نہین تھی، کفار کی ایذا رسانی کا بازار گرم تھا، اشاعت اسلام کا کام ابتدائی حالت مین تھا غرضکہ یہ ایک پُر آشوب زمانہ تھا اسلئے آنحضرت صلعم نے مصلحتاً زوجین مین تفریق نہین فرمائی[4]۔

اشاعت اسلام کے ساتھ کفار کی زبردست مخالفت بھی روز بروز بڑھتی جاتی تھی، آنحضرت صلعم کو تکلیف دینے کا کوئی طریقہ ایسا نہ تھا جو اُنھون نے اختیار نہ کیا ہو، منجملہ اور ایذا رسانی کے ایک طریقہ یہ بھی اختیار کیا کہ قریش کے چند لوگون نے ابو العاص کو مجبور کیا کہ وہ حضرت زینبؓ کو طلاق دیدین اور بجائے اُنکے قریش کی کسی لڑکی سے عقد کرلین لیکن اُنھون نے انکار کر دیا یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلعم اُن کی قرابت کو اچھا خیال فرماتے اور زوجین کے باہمی تعلقات ارتباط اور شریفانہ طرز عمل کی اکثر تعریف فرماتے تھے[5]۔

حضرت زینبؓ کی محبّت و ایثار کا ایک خاص واقعہ یہ ہے کہ نبوّت کے تیرہوین سال جب آنحضرت صلعم نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو حضرت زینبؓ اپنی خسرال مین تھین اور ابو العاص مشرکین کے ہمراہ جنگ بدر مین شریک تھے، عبد اللہ بن جبیر بن نعمان نے زمرہ اسارے مین ابو العاص کو بھی گرفتار کیا۔ اس گرفتاری کی خبر اہل مکہ کو پہونچی تو اہل مکہ نے اپنے قیدیون کی رہائی کے لیئے فدیہ بھیجا، حضرت زینبؓ نے بھی اپنے دیور عمرو بن ربیع کو یمنی ہار (جو اُن کی والدہ خدیجہؓ نے بوقت جہیز دیا تھا) دیکر روانہ کیا، رسول صلعم کی خدمت مین وہ ہار پیش کیا گیا، آنحضرت صلعم اُس کو دیکھکر مغموم و محزون ہوئے اور رقت طاری ہوگئی، حضرت خدیجہؓ کی یاد تازہ ہوگئی رحم آگیا پھر آپ نے لوگون سے فرمایا کہ اگر تم لوگ مناسب خیال کرو تو زینبؓ کے قیدی کو رہا کر دو اور اُسکا ہار بھی واپس کر دو لوگون نے عرض کیا کہ "ہم لوگ بسر و چشم تعمیل حکم کے لیئے تیار ہین"

---

[1] طبقات صفحہ ۲۰ [2] ایضاً [3] در المنثور صفحہ ۲۳۱ [4] طبقات صفحہ ۲۱ [5] طبقات صفحہ ۲۱ تا صفحہ ۲۳، ج ۸، ج ۲-۱- زرقانی صفحہ ۱۸۰ ج ۲- و سنن ابو داؤد صفحہ ۲۲۲ ج ۱- و طبری ج ۱ صفحہ ۱۳۴۶ و سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۸۵؛

وہ رہا کر دیئے گیے اور وہ ہار بھی واپس کر دیا گیا[1]۔

لیکن چونکہ سب قیدی فدیہ پر چھوڑے گئے تھے اور یہ اخلاق و انصاف اور شان نبوّت کے خلاف ہوتا کہ ابو العاص بغیر کسی فدیہ کے رہا کیئے جاتے اسلیئے ابو العاص کا فدیہ صرف یہ قرار دیا گیا کہ وہ مکہ پہونچکر حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیجدین[2]۔

حضرت زینبؓ کے لانے کے لیئے ابو العاص کے ہمراہ حضرت زید بن حارث کو روانہ کیا اور ہدایت کی کہ تم بطن یاجج مین ٹھیرے رہنا جب زینبؓ وہان آجائین تو اُن کو اپنے ہمراہ لیکر مدینہ چلے آنا۔ چنانچہ ابو العاص نے مکہ پہونچکر حضرت زینبؓ کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینہ جانے کی اجازت دی حضرت زینبؓ جب سامان سفر کی تیاری مین مشغول تھین تو ہند بنت عتبہ اُن کے پاس آئین اور کہا یا بنت محمدؐ صلعم کیا تم اپنے باپ کے پاس جارہی ہو" حضرت زینبؓ نے کہا فی الحال تو ایسا ارادہ نہین ہے آگے جو خدا کو منظور ہو" ہند نے کہا بہن اس پوشیدگی کی کیا ضرورت ہے اگر تم واقعی جارہی ہو تو کچھ زاد راہ یا اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو بے تکلف کہدو مین خدمت کرنے کیلیئے حاضر ہون" ہندہ کی اس ہمدردی و غمخواری سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی تک طبقۂ نسوان مین عداوت و دشمنی کا وہ زہریلا اثر نہین پھیلا تھا جو مردون مین سرایت کرچکا تھا حضرت زینبؓ فرماتی ہین کہ ہند جو کچھ کہہ رہی تھین وہ سچے دل سے کہہ رہی تھین اگر مجھے کسی چیز کی فی الواقع ضرورت ہوتی تو وہ غالباً ضرور پورا کرتین لیکن وقت کی مصلحت سے انکار کر دیا[3]۔

غرض جب سامان سفر سے فارغ ہوگئین تو اپنے دیور کنانہ ابن ربیع کے ساتھ اونٹ پر سوار ہوکر روانہ ہوئین۔ چونکہ کفار کا غلبہ تھا اور اُن کے تعرّض کا خوف تھا اس لیئے اُن کے دیور کنانہ بن ربیع نے اپنے ساتھ ترکش اور کمان وغیرہ بھی رکھ لیا۔ جب وہ لوگ روانہ ہوئے تو قریش مین کھلبلی پھیل گئی۔ اور اُن کی گرفتاری کی فکر ہوئی چنانچہ قریش کی ایک جماعت اُن کے تجسس مین نکلی۔ اور مقام ذی طویٰ مین اُن دونون کو گھیر لیا اس جماعت مین ہبار بن اسود (جو حضرت خدیجہؓ کے چچازاد بھائی کے لڑکے تھے اور اس رشتے سے حضرت زینبؓ کے ماموں ہوتے) اور ایک دوسرا شخص بھی تھا دونون مین سے کسی ایک نے حضرت زینبؓ پر حملہ کیا وہ اونٹ سے زمین پر گر پڑین

[1] طبقات صفحہ ۲۰، [2] ایضاً [3] سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۸ تا صفحہ ۳۱ و طبری صفحہ ۶ تا صفحہ ۹۳ ج ۱۔

وہ حاملہ تھیں اُن کا حمل ساقط ہوگیا چوٹ بھی زیادہ آئی (ہبار بن اسود کی اس بیجا حرکت پر فتح مکہ کے دن آنحضرت صلعم نے اُن کے قتل کی عام اجازت دیدی تھی لیکن اُنھون نے اپنی تقصیر کی معافی چاہی اور مشرف بہ اسلام ہوئے تو آنحضرت صلعم نے معاف کردیا) اسپر کنانہ نے ترکش سے تیر نکال لئے اور کہا جو کوئی اب میرے نزدیک آئیگا وہ ان تیرون کا نشانہ بنے گا۔ کچھ لوگ منتشر ہوگئے اور ابوسفیان سرداران قریش کے ساتھ آگے بڑھکر آیا اور کہا "تم اپنے تیرون کو تھوڑی دیر روکے رہو کہ ہم تم سے کچھ باتین کرلین"۔ کنانہ نے اپنے تیر ترکش مین رکھ لئے اور اُن سے پوچھا کہ تم کیا کہتے ہو جو کچھ کہنا ہو جلد کہو"۔ ابوسفیان نے کہا "محمدؐ کے ہاتھون جو مصیبتین اور تکلیفین شکست رسوائی، اور ذلت ہم لوگون کو پہونچی ہے اس سے تم بے خبر نہین ہو۔ اب اگر تم محمدؐ کی بیٹی کو علانیہ ہمارے سامنے سے لیجاؤ گے تو لوگ ہماری کمزوری، اور بزدلی پر محمول کرینگے اور ہمارے ضعف و ادبار کا پیش خیمہ خیال کرینگے۔ یہ تو تم خود خیال کرسکتے ہو کہ ہمین محمدؐ کی بیٹی کو روکنے کی کوئی ضرورت نہین ہے لیکن مقصد یہ ہے کہ اسوقت تم لوٹ چلو جب ہنگامہ فرو ہوجائے اور لوگون کو معلوم ہوجائے کہ محمدؐ کی بیٹی کو واپس کرلائے تو تم چپکے ہی چپکے دوسرے وقت اُن کو لیجانا"، کنانہ نے اس بات کو منظور کیا اور وہ واپس آگئے جب یہ واقعہ عام طور سے مشہور ہوگیا تو ایک روز مخفی طریقہ سے اُن کو لیکر روانہ ہوگئے بطن یاجج مین زید بن حارث انتظار کر رہے تھے اُن کے سپرد کردیا وہ حضرت زینبؓ کو لیکر مدینہ چلے گئے۔[2]

ابوالعاص کو حضرت زینبؓ سے بہت محبت تھی زن و شو کے باہمی تعلقات اتحاد و ارتباط خوشگوار تھے چنانچہ حضرت زینبؓ جب مدینہ تشریف لے گئین تو ابوالعاص مغموم رہنے لگے۔ ایک مرتبہ شام کے سفر مین حضرت زینبؓ بہت یاد آئین تو اُنھون نے یہ شعر پڑھے[3]

ذکرت زینب لما ورکت ارما
فقلت سقیا لشخص یسکن الحرما
بنت الامین جزاھا اللہ صالحۃ

جبکہ مین موضع ارم سے گذرا تو زینب کو یاد کیا زینب یاد آئین، تو مین نے بیساختہ یہ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کو شاد رکھے جو حرم مین سکونت پذیر ہوا مین (محمد صلعم) کی بیٹی کو خدائے تعالیٰ جزائے خیر دے۔

[1] اصابہ حالات ہبار بن اسود، [2] زرقانی صفحہ ۲۲۳ ج ۳ و سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۳ و طبری صفحہ ۱۳۴۹ ج ۱ [3] طبقات صفحہ ۲۱

وکل البعل سیئنی ما لذی علما   اور شوہر اُسی بات کی تعریف کرتا ہی جسکو وہ خوب جانتا ہی

چونکہ ابو العاص تجارتی تجربہ اور امانت داری کے لحاظ سے بہت مشہور تھے اس لیئے اہل قریش اپنا تجارتی مال اُن کے ہاتھ فروخت کے لیئے بھیجا کرتے تھے۔ جمادی الاول ۶ھ[۱] مین ابو العاص قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہان سے واپس ہونے لگے تو آنحضرت صلعم نے زید بن حارثہ کو مع ایک سو ستر سوارون کے تعاقب مین روانہ کیا۔ مقام عیص مین دونون قافلہ ملاقی ہوئے[۲] سواران اسلام نے مشرکین کو گرفتار کیا اور جو کچھ مال و متاع تھا سب پر قبضہ کر لیا[۳] لیکن ابو العاص سے کوئی مزاحمت نہ کی[۴] ابو العاص نے جب قافلہ کا یہ حشر دیکھا تو فوراً مدینہ پہونچکر حضرت زینب رضہ سے پناہ طلب کی چنانچہ حضرت زینب رضہ نے اپنی پناہ مین لے لیا۔[۵] اُس وقت آنحضرت صلعم نماز فجر مین مشغول تھے حضرت زینب رضہ نے باآواز بلند کہا انی قد اجرت ابا العاص[۶] یعنی مین نے ابو العاص کو اپنی پناہ مین لے لیا۔ جب آنحضرت صلعم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے لوگون تم نے کچھ سُنا سب نے عرض کیا جی ہان سُنا آپنے فرمایا مجھے اس سے قبل اس واقعہ کی کچھ اطلاع نہ تھی۔ کیا عجیب بات ہی کہ مسلمانون کے کمزور آدمی دشمنون کو پناہ دیتے ہین[۷]۔

جب آنحضرت صلعم اپنے گھر تشریف لائے تو حضرت زینب رضہ آپ کی خدمت مین حاضر ہوئین اور عرض کیا کہ ابو العاص کا جو کچھ مال و متاع لیا گیا ہے وہ واپس کر دیا جائے چنانچہ آنحضرت صلعم نے اہل سریہ سے کہلا بھیجا کہ تم میرے اور ابو العاص کے رشتہ سے واقف ہو اگر تم اسکے ساتھ احسان کروگے اور اسکا مال و متاع واپس کر دوگے تو میری خوشی کا باعث ہوگا۔ ورنہ تمھین اختیار ہے سب نے کہا ہم کل چیزین واپس کرنیکے لیئے حاضر ہین۔ چنانچہ سب چیزین واپس کر دی گئین۔ ادہر تو یہ حکم اہل سریہ کو بھیجا اور ادہر اپنی بیٹی زینب رضہ سے یہ فرمایا کہ تم ابو العاص کی خاطر و مدارات اور اعزاز و احترام مین کوئی کمی نہ کرنا لیکن جب تک وہ مشرک رہین اُن کی قرابت سے احتراز کرنا کیونکہ اسلام و کفر دونون جمع نہین ہو سکتے[۸]۔

اس روایت سے عدم تفریق زوجین کی پہلی روایت کی تردید ہوتی ہے لیکن اب اسلام کی قوت بڑھ گئی تھی اور استحکام کی صورت پیدا ہو گئی تھی، اور کوئی اسلامی کمزوری بھی نہ تھی اور اسلام کا

---

۱ طبقات صفحہ ۲۲ ۔ ۲ ایضاً و طبری صفحہ ۱۳۵ ۔ ۳ طبقات صفحہ ۲۲ ۔ ۴ ایضاً ۔ ۵ ایضاً ۔ ۶ ایضاً ۔ ۷ ایضاً ۔

منشا بھی یہی ہے کہ زوجین مین تفریق ہو جائے۔ اسلئے اب کوئی وجہ نہ تھی کہ آپ آنحضرت ایسا حکم نہ دیتے وہ وقت البتہ بہت نازک تھا اسی مصلحت سے اسوقت کوئی تفریق نہین کی گئی۔ اسکے بعد ابو العاص اپنا مال واسباب لیکر مکہ روانہ ہو گئے مکہ پہونچکر جس جس کا جو کچھ لینا دینا تھا لے دیکر حساب صاف کر دیا[51] اور ایک روز قریش کو مخاطب کر کے کہا کہ اے اہل قریش اب میرے ذمہ کسی کا کوئی مطالبہ تو باقی نہین ہے اہل قریش نے کہا ہان بیشک اب کوئی مطالبہ نہین ہے اور خدا تم کو جزائے نیک دے تم ایک باوفا اور کریم النفس شخص ہو۔ ابو العاص نے کہا ہان سن لو اب مین مسلمان ہوتا ہون اور کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ خدا کی قسم مجھے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہونے کے بعد اسلام لانے سے صرف یہ امر مانع تھا کہ تم لوگ یہ خیال نہ کر لو کہ مین تمہارے مال کو غبن کر چکا ہون تو اس لیئے مسلمان ہو گیا لیکن اب جبکہ خدا نے مجھے اِس بار گران سے بخیر و خوبی سبکدوش کر دیا تو اب کوئی امر حائل نہین کہ مین اسلام نہ قبول کر دن۔

یہ واقعہ محرم ۷ھ کا ہے اسکے بعد حضرت ابو العاص مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ گئے[52]۔

جب حضرت ابو العاص مشرف بہ اسلام ہو کر مدینہ منورہ پہونچے تو آنحضرت صلعم نے حضرت زینبؓ کو بعقد اول اُن کی طرف رجوع کر دیا[53] یعنی تجدید نکاح نہ کی بلکہ وہی پہلا نکاح قائم رکھا چونکہ اسوقت سورہ برات نازل نہین ہوئی تھی اسلیئے مسلمان عورتین اپنے شوہرون کے پاس اسلام لانیکے بعد آپ ہی بید نکاح اُن کی زوجیت مین آجایا کرتی تھین[54]۔

حضرت زینبؓ اپنے والد اور شوہر سے بے انتہا محبت رکھتی تھین[55] قیمتی کپڑے پہننے کی شائق تھین حضرت انسؓ نے اُن کو ریشمی چادر اوڑھے دیکھا تھا جس پر زرد رنگ کی دھاریان تھین[56]

اولاد حضرت ابو العاص کے صلب سے حضرت زینبؓ کے دو اولادین پیدا ہوئین۔ ایک فرزند علی اور دختر امامہ، علی ہجرت سے قبل پیدا ہوئے آنحضرت صلعم نے اُن کو اپنی کفالت مین لیا اور وہ آپ کے سایۂ عاطفت مین تربیت حاصل کرتے رہے، فتح مکہ کے روز جب آنحضرت صلعم مکہ مین داخل ہوئے تو علی آپ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے سن بلوغ ہی مین اپنے والد

---

[51] طبقات صفحہ ۲۲ [52] طبقات صفحہ ۲۱، [53] ایضاً، [54] اصابہ کتاب النسا حالات زینبؓ، [55] استیعاب صفحہ ۷۵۲ و در المنثور صفحہ ۲۱ [56] طبقات صفحہ ۲۲،۔

ابو العاص کی زندگی مین انتقال کیا۔ لیکن ابن عساکر کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ علی جنگ یرموک تک زندہ رہے اور اسی جنگ مین آپنے جام شہادت نوش فرمایا[1]۔ لیکن حضرت امامہ زندہ رہین اور حضرت علیؓ کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہؓ کے انتقال کے بعد حضرت علیؓ کا عقد ثانی حضرت امامہ سے ہوا حضرت امامہ عرصہ تک زندہ رہین ان کے حالات زندگی آئندہ صفحات مین تفصیل سے لکھے جائین گے۔

وفات حضرت زینبؓ حضرت ابو العاص کے اسلام لانے کے بعد تقریباً سال سوا سال تک زندہ رہین اور اپنے والد بزرگوار رسول صلعم کی حیات مبارک ۸ھ مین راہگرائے فردوس ہوئین[2]۔ حضرت زینبؓ کی علالت کا تذکرہ کسی کتب تواریخ مین نہین ملا صرف استیعاب مین وفات کا سبب یہ لکھا ہے۔

وَكَانَ سَبَبُ مَوْتِهَا اِنَّهَا لَمَّا خَرَجَتْ مِنْ مَكَّةَ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَدَ لَهَا هَبَّارُ بْنُ الْاَسْوَدِ وَرَجُلٌ اٰخَرُ فَدَفَعَهَا اَحَدُهُمَا فَسَقَطَتْ عَلٰى صَخْرَةٍ فَاَسْقَطَتْ وَهَرَقَتِ الدِّمَاءَ فَلَمْ يَزَلْ بِهَا مَرَضُهَا ذٰلِكَ حَتّٰى مَاتَتْ سَنَةَ ثَمَانٍ مِنَ الْهِجْرَةِ[3]

جب حضرت زینبؓ مکہ سے اپنے والد بزرگوار رسول صلعم کی خدمت مین آنے لگین تو راستہ مین ہبار بن اسود اور ایک دوسرے شخص نے حملہ کیا اور اون کو اونٹ پرسے گرا دیا وہ پتھر پر گر پڑین بہت چوٹ آئی اور بہت خون نکلا اور آپ کا حمل ساقط ہو گیا عرصہ تک اسی مرض مین مبتلا رہین حتی کہ ۸ھ مین انتقال کر گئین۔

حضرت ام ایمن حضرت سودہ، حضرت ام سلمہ حضرت ام عطیہ حضرت زینبؓ کے غسل مین شریک تھین۔ انھی لوگون نے غسل بھی دیا۔ ام عطیہ کہتی ہین کہ آنحضرت صلعم نے بوقت غسل فرمایا کہ ہر عضو کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ غسل دو اس کے بعد کافور لگا دو[4]۔

آنحضرت صلعم خود قبر مین اُترے اور اپنی نور دیدہ کو ہمیشہ کے لیے سپرد خاک فرمایا۔ اُسوقت آپ کے چہرۂ مبارک پر رنج و ملال کے آثار نمایان تھے۔ اور اُسوقت آپنے حضرت زینبؓ کو اور اُن کے ضعف کو یاد کیا تو خدائے تعالیٰ کی بارگاہ مین دعا کی کہ اے خدا تو زینبؓ کی مشکلات کو آسان کر دے اور اُسکی

---

[1] اصابہ صفحہ ۱۲، [2] طبقات صفحہ ۲۲ و طبری صفحہ ۱۳۵۱، [3] استیعاب صفحہ ۵۷۳، [4] طبقات صفحہ ۲۲ و صفحہ ۲۳

قبر کی تنگی کو کشادگی سے بدل دے۔[1]

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے انتقال کے تھوڑے دن کے بعد حضرت ابوالعاص کا بھی انتقال ہو گیا۔[2]

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

نام سرورعالم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی منجھلی صاحبزادی کا نام رقیہ ہے ان کی والدہ ماجدہ بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی ہیں یعنی جناب زینب رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن ہیں۔

ولادت نبوت سے سات سال قبل پیدا ہوئیں۔ ابن زبیر اور اُن کے چچا مصعب کا خیال ہے کہ حضرت رقیہ سب صاحبزادیوں میں چھوٹی تھیں چنانچہ جرجانی نسّاب نے اسی قول کو صحیح جانا ہے لیکن ان کے علاوہ اور لوگوں نے بھی یہ لکھا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بڑی صاحبزادی تھیں اور منجھلی صاحبزادی رقیہ ابوالعبّاس محمد بن اسحاق سراج بروایت عبداللہ بن محمد بن سلیمان بن جعفر بن سلیمان الہاشمی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تیس برس کے تھے جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں اور تینتیسویں سال حضرت رقیہ کی ولادت ہوئی۔ بہر حال ارباب سیر نے حضرت رقیہ کو منجھلی صاحبزادی قرار دیا ہے

نکاح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے حضرت رقیہ کا پہلا عقد ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا۔[3] جب آنحضرت صلعم شرف نبوت پر فائز ہوئے تو قریش کی مخالفت اور زیادہ بڑھ گئی۔ قریش نے منجملہ اور تکلیف پہونچانے کے یہ صورت بھی اختیار کی کہ حضرت ابوالعاص سے کہا کہ تم زینب رضی اللہ عنہا بنت محمد کو طلاق دیدو۔ مگر اُنھوں نے انکار کر دیا۔[4] جب قریش نے حضرت ابوالعاص سے یہ دندان شکن جواب سنا تو اپنا سا منہ لیکر رہ گئے۔ پھر عتبہ کے پاس گئے اُن سے بھی یہی کہا کہ تم رقیہ بنت محمد کو طلاق دیدو۔ اور قریش کی جس لڑکی سے کہو شادی کرادیں عتبہ نے منظور کیا اور کہا کہ سعید ابن العاص کی لڑکی سے میرا نکاح کرادو اسپر قریش بخوشی راضی ہو گئے۔ اور کیوں

---

[1] اسد الغابہ صفحہ ۴۶۹، [2] ایضاً در المنثور صفحہ ۲۳۱، [3] طبقات صفحہ ۲۲، [4] سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۲۸ و طبری صفحہ ۱۳۴۶ ج ۱ جزثالث،

نہ ہوتے یہ تو انکا عین منشا تھا کہ جس طریقہ سے ہو رسول صلعم کو روحانی و جسمانی تکالیف پہونچائیں چنانچہ عتبہ نے حضرت رقیہ کو طلاق دیدی۔

لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ جب آنحضرت صلعم درجۂ نبوت پر فائز ہوئے اور سورہ تبت یدا ابی لھب نازل ہوئی تو ابولہب اور اُس کی بیوی ام جمیل (حمالۃ الحطب) نے کبیدہ خاطر ہو کر اپنے بیٹے عتبہ سے کہا کہ اگر تم نے رقیہ بنت رسول اللہ کو طلاق نہ دی تو میری زندگی، اور تمہارے ساتھ میرا اُٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔ عتبہ نے بہ تعمیل حکم والدین حضرت رقیہ کو طلاق دیدی[1]۔

اس موقعہ پر یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ عتبہ سے صرف آپکا عقد ہوا تھا ہنوز رخصتی نہ ہونے پائی تھی کہ یہ طلاق وقوع میں آئی۔ اور یہ رسول اللہ صلعم کا معجزہ اور اللہ تعالیٰ کا ایک مخصوص انعام تھا۔

اسلام اپنی والدہ محترمہ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ اسلام لائیں اور بیعت اسوقت کی جب اور عورتوں نے آنحضرت صلعم سے شرف بیعت حاصل کی[1]۔

حضرت عثمان کا قبول اسلام اور حضرت رقیہؓ سے عقد کا عجیب واقعہ حضرت عثمان اپنے قبول اسلام اور شادی کا واقعہ خود بیان فرماتے ہین کہ "مین خانۂ کعبہ کے صحن مین چند دوستون کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ دفعتہ کسی آدمی نے آکر مجھے یہ اطلاع دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا عقد عتبہ بن ابی لہب سے کر دیا چونکہ حضرت رقیہ حسن و جمال اور اپنے قابل رشک اوصاف کے لحاظ سے امتیاز رکھتی تھین اسلیے میرا رجحان خاطر اُن کی طرف تھا جب یہ خبر میرے گوش گذار ہوئی تو حسرت و یاس کی کالی گھٹائین دل پر چھا گئین ہاتھ پاؤن پھول گئے اپنی شومیٔ قسمت پر رنجیدہ ہوا لیکن سمجھ مین نہین آیا کہ اب کیا تدبیر کرون جو مجھے منزل مقصود تک پہونچائے۔

اس خبر سے مین ایسا مضطرب ہوگیا کہ اُس جگہ نہ ٹھیر ا اور گھر پہونچا نہ ہے نصیب کہ اتفاق سے گھر مین میری خالہ سعدہ تشریف رکھتی تھین جو کہانت مین ماہر تھین مجھے دیکھتے ہی بے ساختہ بولین۔

---

[1] طبقات صفحہ ۲۴ و ۵ طبقات صفحہ ۲۱، و اصابہ کتاب النسا رقیہ ۵ طبقات صفحہ ۲۴،

"اَبْشِرْ وَحُيِّيتَ ثَلَاثًا وِتْرًا	اے عثمان تمہیں مژدہ ہو اور تم پر تین مرتبہ سلام
"ثُمَّ ثَلَاثًا وَثَلَاثًا اُخْرٰی	ہو پہنچے پھر تین مرتبہ اور پھر تین مرتبہ۔ پھر ایک
"ثُمَّ بِاُخْرٰی کَیْ تَتِمَّ عَشْرًا	مرتبہ سلام پہنچے تاکہ دس پورے ہوجائیں۔
"لَقِیْتَ خَیْرًا وَوُقِیْتَ شَرًّا	(خدا کرے) تمکو بھلائی نصیب ہو اور برائی سے بچائے
"اُنْکِحْتَ وَاللّٰهِ حَصَانًا زَهْرًا	جاؤ خدا کی قسم تم نے ایک عفت مآب حسینہ وجمیلہ خاتون سے
"وَاَنْتَ بِکْرٌ وَلَقِیْتَ بِکْرًا	نکاح کیا۔ تم بھی کتخدا الورنا کتخدا ہی تمکو ملگئی۔ ایک بڑے
"وَاَفَیْتَهَا بِنْتَ عَظِیْمٍ قَدْرًا"	عظیم القدر جلیل المرتبہ شخص کی بیٹی تم نے پائی"

مجھے اُن کی ایسی گفتگو سے سخت تعجب ہوا۔ مین نے پوچھا خالہ یہ آپ کیا کہہ رہی ہین۔ فرمایا۔

"عُثْمَانُ یَا عُثْمَانُ یَا عُثْمَانُ	عثمان اے عثمان اے عثمان، تم صاحب جمال ہو اور
"لَکَ الْجَمَالُ وَلَکَ الشَّانُ	صاحب شان۔ یہ نبی صاحب برہان ہین وہ رسول
"هٰذَا نَبِیٌّ مَعَهُ الْبُرْهَانُ	برحق ہین جنکو خدائے تعالیٰ نے بھیجا ہے اور اُن پر
"اَرْسَلَهُ بِحَقِّهِ الدَّیَّانُ	فرقان یعنی قرآن نازل ہوا ہے۔ اُن کی
"وَجَاءَهُ التَّنْزِیْلُ وَالْفُرْقَانُ	اتباع کرو اور بتون کے فریب مین
"فَاتَّبِعْهُ لَا تَغُرَّنَّکَ الْاَوْثَانُ[1]	نہ آؤ۔

مین اس مرتبہ بھی کچھ نہ سمجھا اور پھر مین نے کہا کہ ذرا تفصیل و تشریح کے ساتھ فرمائیے تو فرمایا،

"اِنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ	محمد بن عبداللہ جو خدا کے رسول اور قرآن لیکر آئے ہین خدا
مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ جَاءَ بِتَنْزِیْلِ اللّٰهِ یَدْعُوْ بِهِ	کی طرف بلاتے ہین اسکا چراغ درصل چراغ ہے اسکا
اِلَی اللّٰهِ مِصْبَاحُهٗ مِصْبَاحٌ وَدِیْنُهٗ فَلَاحٌ	دین ذریعہ فلاح ہے قتل وقتال شروع ہوگا اور
مَا یَنْفَعُ الصِّیَاحُ لَوْ وَقَعَ الذِّبَاحُ وَسُلَّتِ	تلوارین کھینچ لیجائین گی اور برچھیان تن جائین گی
الصِّفَاحُ وَمُدَّتِ الرِّمَاحُ[1]	اسوقت شور وغل کوئی نفع نہ دیگا۔

اُن کی یہ گفتگو میرے دل پر موثر ہوئی اور مین اُس کے مآل کار پر غور و فکر کرنے لگا حضرت ابو بکر کے پاس مین اکثر بیٹھا کرتا تھا دو روز کے بعد مین اُن کے پاس گیا اُسوقت اُن کے نزدیک کوئی شخص نہ تھا

---

[1] اصابہ صفحہ ۶۲۹ وصفحہ ۶۲۹ [2] اصابہ صفحہ ۶۲۳ وصفحہ ۶۲۹۔

میں متفکر و پریشان بیٹھا ہوا تھا کہ اُنھوں نے دریافت کیا کہ تم آج متفکر کیوں ہو؟ چونکہ وہ میرے رفیق تھے میں نے اُن سے اپنی خالہ کی گفتگو کا ماحصل بیان کیا۔ فرمایا کہ اے عثمان تم ایک سمجھدار آدمی ہو اگر تم حق و باطل کی کوئی تمیز نہ کرو تو بعید تعجب ہے تمھاری قوم ان بتوں کی پرستش کرتی ہے۔ کیا یہ بُت پتھر کے نہیں ہیں نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں، نہ نفع پہونچا سکتے ہیں نہ نقصان،
میں نے کہا بیشک آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ بالکل صحیح ہے۔

حضرت ابوبکر نے فرمایا اے عثمان بیشک خدا کی قسم تمھاری خالہ نے جو کچھ کہا وہ بالکل سچ ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں کہ محمد بن عبداللہ خدا کے رسول ہیں جنھیں خدا نے اپنا پیغام بندوں تک پہونچانے کے لئے بھیجا ہے۔ پس کیا حرج ہے اگر تم اُن کے پاس چلو اور جو کچھ وہ فرمائیں سُنو، چنانچہ میں آنحضرت صلعم کی خدمت میں گیا (ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس گفتگو کے بعد آنحضرت صلعم خود ہی وہاں تشریف لے آئے) آپ نے فرمایا اے عثمان خدائے تعالیٰ تم کو جنت کی طرف بلاتا ہے تم اس کو قبول کرو۔ میں خدا کا رسول ہوں جو تمھارے اور تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا،،۔

خدا ہی جانے آپ کے جملوں میں کیا اثر تھا کہ میں بے قابو ہو گیا اور میں نے بے اختیار اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰهِ کہا اور مسلمان ہو گیا[1]
اس واقعہ کے بعد مکہ میں حضرت رقیہؓ سے میرا عقد ہو گیا۔

ہجرت ۵ نبوت میں حضرت رقیہ نے اپنے شوہر حضرت عثمان کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

اسماء (ذات النطاقین) بنت ابی بکر سے منقول ہے کہ آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکرؓ غار میں تشریف رکھتے تھے اور میں غار میں کھانا لیکر جایا کرتی تھی ایک مرتبہ حضرت عثمان نے آنحضرت صلعم سے ہجرت کی اجازت طلب کی آپ نے حبشہ جانے کی اجازت دی اس لئے آپ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے اس کے بعد میں نے کھانا لیکر گئی تو آنحضرت نے استفسار فرمایا کہ عثمان اور رقیہ گئے یا نہیں میں نے عرض کیا کہ جی ہاں گئے آپ نے

[1] ماخوذ از اصابہ صفحہ ۶۲۹ ج ۴ طبقات صفحہ ۲۴ ، دور المنثور صفحہ ۲۰۷ ، سیر الصحابیات ،،

میرے والد ابو بکر سے فرمایا۔ لوط اور ابراہیم کے بعد عثمان پہلے شخص ہین جنہون نے کفار کی ایذا رسانی کے باعث مع اپنی بوی کے وطن کو خیر باد کہکر ہجرت کی[1]۔

حضرت رقیہ حبشہ سے مکہ واپس آئین لیکن مکہ کی حالت پہلے سے زیادہ خراب تھی وہان قیام کرنا مناسب نہ سمجھا تو پھر حبشہ چلی گئین۔

چونکہ وہان ایک عرصہ تک قیام رہا آنحضرت صلعم کو اُن کی خیریت کے متعلق کوئی خبر نہ ملی اسلیئے متفکر تھے کہ اتفاق سے ایک عورت حبشہ سے آئی۔ تو اُس سے آنحضرت نے حضرت عثمان اور حضرت رقیہ کا حال دریافت فرمایا عورت نے کہا جی ہان مین نے دونون کو دیکھا ہے وہ خیریت سے ہین۔ جب آنحضرت صلعم کو اُن کی جانب سے اطمینان ہوا تو فرمایا صَحِبَهُمَا اللّٰهُ اِنَّ عُثْمَانَ مِنْ هَاجَرَ بِاَهْلِهٖ[2] یعنی خدا ان دونون پر رحم فرمائے عثمان پہلے شخص ہین جنہون نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کی)۔ باھلہ کے بعد صاحب اصابہ لکھتے ہین یعنی مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اس سے مراد یہ تھی کہ اُمت مین پہلے شخص ہین۔ لیکن ان الفاظ کی تاویل مناسب نہین ہے کیونکہ پہلی روایت مذکور ہو چکی ہے ۔ لوط اور ابراہیم کے بعد عثمان پہلے شخص ہین جنہون نے اپنی بیوی کو ہمراہ لیکر ہجرت کی۔

حبشہ مین ایک عرصہ تک قیام کرنے کے بعد حضرت عثمان نے مکہ کی طرف مراجعت کی اور بہت تھوڑے دن قیام کرنے کے بعد اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ منورہ چلے گئے[3]۔

علالت و وفات
مدینہ منورہ پہنچکر ۲ھ مین حضرت رقیہ کی صحت خراب ہو گئی۔ چیچک نکل آئی (صاحب تاریخ الخمیس صفحہ ۱۳۱ پر لکھتے ہین کہ حضرت رقیہ کے کنکری لگ گئی تھی جس سے وہ بیمار ہو گئین) بہر حال وہ اس قدر بیمار ہوئین کہ صاحب فراش ہو گئین چونکہ یہی زمانہ جنگ بدر کا تھا اور آنحضرت صلعم جنگ کی تیاری مین مشغول تھے اس لیئے آنحضرت صلعم نے حضرت عثمان کو اُن کی تیمار داری کے لیئے مدینہ مین چھوڑ دیا[4]۔ اور آپ خود جنگ بدر مین تشریف لے گئے رمضان المبارک کا زمانہ تھا۔ ہجرت کو ایک سال سات مہینے گذر چکے تھے کہ حضرت رقیہ کا

---

[1] اصابہ صفحہ ۵۸۳ وطبقات صفحہ ۲۴ ،، [2] اصابہ صفحہ ۵۸۳ ، صفحہ ۵۸۳ ،، [3] ایضاً [4] طبقات صفحہ ۲۴ و اصابہ صفحہ ۵۸۳ ،،

انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ عین اُسوقت جبکہ حضرت رقیہ کی قبر پر مٹی ڈالی جارہی تھی زید بن حارثہ فتح مکہ کی خوشخبری لیکر مدینہ مین داخل ہوئے[۱] اس لحاظ سے آپ کی وفات [۲]سنہ ۲ھ ہی مین ہوئی۔

اولاد حبشہ کے دوران قیام مین حضرت رقیہ کے بطن سے ایک صاحبزادے پیدا ہوئے جنکا نام عبداللہ تھا۔ اور عبداللہ ہی کے نام سے حضرت عثمان کی کنیت ابوعبداللہ تھی[۳]۔

اس ولادت سے قبل ہجرت اولیٰ مین حضرت رقیہ کا ایک حمل ساقط ہوچکا تھا[۴]۔

عبداللہ کی ہنوز چھ سال کی عمر تھی کہ ایک مرغ نے اُن کی آنکھ مین چونچ ماردی جس سے تمام چہرہ ورم کرآیا۔ اور نظام جسم مین فساد پیدا ہوگیا آخر اسی صدمہ سے جمادی الاول سنہ ۴ھ مین انتقال ہوگیا[۶]۔ آنحضرت صلعم نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اور حضرت عثمان نے قبر مین اُتارا۔ اسکے بعد حضرت رقیہ سے کوئی اولاد نہین ہوئی[۵]۔

عام حالات ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کی تشریف آوری پر حضرت رقیہ کی وفات کا حال بیان کیا گیا۔ تو آپنے صبر و شکر کے ساتھ فرمایا اَلْحَقِیْ بِسَلَفِنَا عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ[۸]، عثمان بن مظعون پہلے جاچکے اب تم بھی اُن کے پاس چلی جاؤ۔ (عثمان بن مظعون ایک جلیل القدر اور مقتدر رکن ملت صحابی تھے مہاجرین مین سب سے پہلے مدینہ مین انتقال کیا تھا) آنحضرت کے اس ارشاد پر تمام عورتین حضرت رقیہ کو یاد کرکے رونے لگین[۹] حضرت عمر رض بھی آگئے تھے عورتون کو روتا ہوا دیکھکر تنبیہ و تہدید فرمانے لگے آنحضرت صلعم نے فرمایا ان لوگون کو روتا ہوا چھوڑدو کیونکہ جب رونے کا تعلق قلب اور آنکھ سے ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر مبنی ہوتا ہے اور اگر ہاتھ اور زبان تک نوبت پہونچے تو شیطان کی تحریک سمجھنا چاہیے[۱۰]

لوگون نے آنحضرت صلعم سے حضرت رقیہ کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ دَفْنُ الْبَنَاتِ مِنَ الْمَکْرُمَاتِ[۱۱] یعنی سب تعریفین خدا کیواسطے ہین بزرگ بیٹیان دفن کی گئین۔

۱؎ طبقات صفحہ ۲۴، ۲؎ ایضاً و اصابہ صفحہ ۵۰۳، ۳؎ طبقات صفحہ ۲۴، ۴؎ ایضاً، ۵؎ اسد الغابہ صفحہ ۴۵۶، ۶؎ ایضاً

۷؎ طبقات صفحہ ۲۴، ۸؎ طبقات صفحہ ۲۴ و اصابہ صفحہ ۵۰۲، ۹؎ طبقات صفحہ ۲۴ و اصابہ صفحہ ۵۰۲، ۱۰؎ ایضاً ۱۱؎ استیعاب صفحہ ۷۴۹

ایک روایت یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت فاطمہؓ (حضرت رقیہؓ کی چھوٹی بہن) حضرت رقیہ کی قبر کے کنارے آنحضرت صلعم کے پہلوئے مبارک مین بیٹھکر رونے لگین تو آنحضرت صلعم اپنی چادر کے گوشون سے اُن کے آنسو پونچھتے جاتے تھے[1]۔

محمد بن سعد کہتے ہین کہ اسی روایت کا ذکر مین نے محمد بن عمر سے کیا تو اُنہون نے کہا کہ میرے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہی کہ حضرت رقیہ کی وفات کے وقت آنحضرت صلعم جنگ بدر مین تشریف رکھتے تھے۔ بوقت دفن شریک نہ تھے پس گمان غالب یہی ہی کہ یہ روایت کسی دوسری صاحبزادی کے بارہ مین ہوگی جسکے دفن مین آپ شریک ہون گے راوی کو غلط فہمی ہوئی اور اگر کوئی مغالطہ نہین ہوا تو یہ بہت ممکن ہی کہ آنحضرت صلعم بدر سے مراجعت فرماکر قبر پر تشریف لے گئے ہون اور وہان یہ واقعہ پیش آیا ہو۔

حسن و جمال

حضرت رقیہ بہت خوبصورت اور موزون اندام تھین دار المنثور مین لکھا ہی[2] کہ "کانت ذات جمال بارع"، یعنی وہ بہت حسینہ و جمیلہ خاتون تھین حبش کا ایک گروہ آپکے حسن و جمال سے تعجب کرتا تھا، اس گروہ نے آپ کو بہت اذیتین پہنچائین آپ نے اُن لوگون کے لیئے بد دعا کی اور وہ سب لوگ ہلاک ہوگئے[3]

حضرت عثمانؓ اپنی ہمدم، غمگسار، بیوی کے انتقال سے بہت مغموم و محزون رہنے لگے اُن دونون مین خاصی محبت تھی "احسن الزوجین راٰھما الانسان رقیۃ و زوجھا عثمان"، یہ مقولہ اُن کی شان محبت مین بولا جاتا تھا جو عرب مین اب بطور ضرب المثل کے استعمال کیا جاتا ہے[4]۔

۱؎ طبقات صفحہ ۲۴ و ۲۵ و اصابہ صفحہ ۵۰۲ ۲؎ زرقانی صفحہ ۲۰۶ ۳؎ ایضاً ۴؎ اصابہ صفحہ ۶۲۹

حضرت اُمِّ کلثوم

نام حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی کا نام اُمِّ کلثوم ہے آپ کی والدہ محترمہ حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی تھیں۔

زبیر کہتے ہیں ام کلثوم حضرت رقیہ اور حضرت فاطمہ سے بڑی تھیں۔ دیگر ارباب سیر نے زبیر کے اس قول کی مخالفت کی ہے لیکن صحیح اور قابل وثوق یہی ہے۔ کہ حضرت رقیہ سے چھوٹی تھیں اسیلئے کہ جب حضرت رقیہ کا انتقال ہو گیا تو رسول اکرم نے حضرت ام کلثوم کو حضرت عثمان سے بیاہ دیا اگر حضرت ام کلثوم حضرت رقیہ سے بڑی ہوتیں تو بالضرور پہلے حضرت ام کلثوم کا عقد حضرت عثمان سے ہوتا نہ کہ حضرت رقیہ کا۔ غالباً ارباب سیر نے زبیر کے قول کی تردید اسی قول پر کی ہوگی۔

ولادت آپ کا سال ولادت کسی کتب تواریخ و سیر میں مذکور نہیں ہے لیکن قیاس ہے کہ چھ سال قبل بعثت ولادت ہوئی ہوگی۔ اسیلئے کہ حضرت رقیہ کی ولادت سات سال قبل بعثت ہوئی اور حضرت فاطمہ کی ولادت پانچ سال قبل ہے۔ اور جب یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ حضرت رقیہ سے حضرت ام کلثوم چھوٹی اور حضرت فاطمہ سے بڑی ہیں تو لامحالہ ان دونوں کی ولادت کے درمیان کا زمانہ اُن کی ولادت کے لیئے تسلیم کرنا پڑیگا۔

آپ کے حالات طفولیت بھی کتب تواریخ و سیر میں مذکور نہیں اور حقیقتہً لوسیر ہے کہ وہ ایسا پُر آشوب زمانہ تھا کہ معمولی حالات کا تاریکی میں رہ جانا کچھ تعجب خیز نہیں۔ اسیلئے آپکے زمانۂ شادی کا حال لکھا جاتا ہے۔

نکاح آنحضرت صلعم نے حضرت رقیہ کا عقد ابولہب کے بیٹے عتبہ سے اور حضرت ام کلثوم کا عقد ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے قبل بعثت کر دیا تھا لیکن جب آنحضرت صلعم مرتبۂ رسالت پر

سلہ طبقات صفحہ ۲۵۔

نازل ہوئے ... سورۂ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے ہر ایک بیٹے کو مخاطب کر کے کہا "راسی من راسک حرام ان لم تطلق ابنتہ" یعنی میری زندگی اور میرا اٹھنا بیٹھنا تم لوگوں میں حرام ہے اگر تم نے اس کی (رسول صلعم) بیٹی کو طلاق نہ دیا۔ (جیسا کہ حضرت رقیہ کے طلاق کا واقعہ ان کے بیان میں لکھا جا چکا ہے) اسی طرح عتیبہ نے بھی اپنے باپ کے حکم کی تعمیل میں حضرت ام کلثوم کو طلاق دیدی اس لحاظ سے اب دونوں کی طلاق کا زمانہ اور سبب ایک ہی ہوا۔ لیکن ان دونوں بہنوں کی رخصتی ابھی تک نہیں ہوئی تھی کہ یہ طلاق وقوع میں آئی۔ اور یہ خدا کا مخصوص انعام و اکرام تھا جو قبل رخصتی کے ایسا واقعہ پیش آیا۔

اس واقعہ کے بعد حضرت رقیہ کا عقد حضرت عثمان سے ہو گیا تھا جیسا کہ ان کے بیان میں ذکر ہو چکا۔

جب سنہ ۲ھ میں حضرت رقیہ کا انتقال ہو گیا اور حضرت عثمان اس جانکاہ صدمہ سے بہت زیادہ مغموم و محزون رہنے لگے۔ آنحضرت صلعم نے ان کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ اے عثمان میں تم کو غم و الم میں مبتلا پاتا ہوں۔ اس کا کیا سبب ہے حضرت عثمان نے عرض کیا یا حضرت رسول صلعم غمگین و پریشان نہ ہوں تو کیا کروں؟ جو مصیبت مجھ پر پڑی ہے شاید ہی کسی پر نہ پڑی ہوگی حضور کی صاحبزادی کا انتقال ہو گیا۔ ان کی وفات سے میری کمر ٹوٹ گئی۔ حضور سے جو رشتہ قرابت وابستہ تھا منقطع ہو گیا۔ اب کیا چارہ ہے۔ ابھی ان کی گفتگو ختم نہ ہونے پائی تھی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا مجھے جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے یہ حکم پہونچایا ہے کہ میں اپنی بیٹی ام کلثوم کو اسی مہر پر جو رقیہ کا تھا تمہارے عقد میں دوں۔[۵]

چنانچہ آنحضرت صلعم نے ربیع الاول سنہ ۳ھ میں حضرت ام کلثوم کا عقد حضرت عثمان سے کر دیا۔[۶]

رخصتی نکاح کے دو مہینے بعد جمادی الآخر سنہ ۳ھ میں رخصتی عمل میں آئی۔

اسلام حضرت ام کلثوم اپنی والدہ مکرمہ حضرت خدیجہ کے ساتھ اسلام لائیں اور اپنی بہنوں کے ساتھ بیعت اسوقت کی جب کہ عورتیں آنحضرت صلعم کی شرف بیعت سے بہرہ اندوز ہوئیں۔[۷]

۱؎ طبقات صفحہ ۲۵ ۲؎ اسد الغابہ صفحہ ۶۱۲، ۳؎ ... ۴؎ طبقات صفحہ ۲۴، ۵؎ ایضاً ۶؎ ایضاً ۷؎ ایضاً۔

ہجرت آنحضرت صلعم جب مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت فرماکر تشریف لے گئے، تو اہل وعیال مکہ ہی مین مقیم رہے۔ لیکن جب مکہ کی حالت زیادہ نازک اور خطرناک ہو گئی تو حضرت سودہ، وحضرت فاطمہ مدینہ کی طرف ہجرت کر کے جانے لگین تو حضرت اُم کلثوم بھی اُن کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ چلی گئین۔[1]

اولاد آپ کے کوئی اولاد پیدا نہین ہوئی۔[2]

وفات وفات تک مدینہ مین قیام رہا۔ شادی کے پانچ سال گذرنے کے بعد شعبان ۹ھ مین انتقال فرمایا۔[3] انصار کی عورتون نے آپ کو غسل دیا۔ ان مین اُم عطیہ بھی تھین۔ آنحضرت صلعم نے جنازہ کی نماز پڑہائی حضرت ابوطلحہ، حضرت علی بن ابی طالب، اور حضرت فضل بن عباس و اسامہ بن زید نے قبر مین اُتارا۔[4]

عام حالات انس بن مالک سے مروی ہو کہ آنحضرت صلعم کو حضرت اُم کلثوم کی وفات سے سخت صدمہ ہونچا آپ قبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کی آنکھون سے آنسو بہ رہے تھے۔[5]

ایک روایت مین یہ بھی مذکور ہی کہ جب حضرت رقیہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت عثمان سے کہا تم میری بیٹی حفصہ سے عقد کر لو لیکن حضرت عثمان نے تامل کیا اور کوئی جواب نہین دیا اسلیے کہ وہ سُن چکے تھے کہ آنحضرت صلعم حضرت حفصہ سے عقد کرنیکا خیال فرماتے ہین پھر جب رسول اکرم کو یہ خبر پہونچی تو آپنے حضرت عمر سے فرمایا کیا مین حفصہ کیلیے عثمان سے بہتر شوہر اور عثمان کیلیے حفصہ سے بہتر زوجہ تلاش کر دون پھر آپنے حضرت حفصہ کو اپنے دائرۂ ازدواج مین شرف بخشا، اور حضرت عثمان کا عقد حضرت اُم کلثوم سے کر دیا۔[6]

حضرت ام کلثوم کے انتقال کے بعد آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر میری دس لڑکیان ہوتین تو ہر ایک لڑکی عثمان ہی کے رشتہ تزویج مین منسلک کرتا۔ دوسری روایت مین مذکور ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر میری سو لڑکیان ہوتین تو تین عثمان کے عقد مین دیتا۔[7]

---

[1] طبقات صفحہ ۲۵، [2] ایضاً، [3] ایضاً واسد الغابہ صفحہ ۶۱۲، [4] طبقات صفحہ ۲۶، [5] ایضاً، [6] استیعاب صفحہ ۹۳۰،

[7] طبقات صفحہ ۲۵ و تاریخ الخمیس صفحہ ۳۰۳،

حضرت فاطمہؓ

نام | آنحضرت سرورکائنات امام البشر خاتم المرسلین کی چھوٹی صاحبزادی کا نام فاطمہ اور الکنیت ام محمد ہی جن پر تمام مکارم اخلاق وفضائل اوصاف ختم تھے آپ کی والدہ معظمہ ی حضرت خدیجہ بنت خویلد تھین۔

لقب | آپ سیدۃ النساء عالم اور سردار نساء اہل جنت ہین۔ آپ کے القاب، زہراء، طاہرہ، مطہرہ، زاکیہ، راضیہ، مرضیہ، بتول، ہین[1]

شیخ ابن حجر، فاطمہ، بتول اور زہراء کی وجہ تسمیہ لکھتے ہین کہ آپ کا نام فاطمہ اسوجہ سے ہے کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے دوست رکھنے والون کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھا۔ اور بتول کا لقب اسوجہ سے ہی کہ آپ اپنے زمانہ کی عورتون سے فضل ودین اور حسب مین ممتاز تھین۔ اور زہرا لقب اسوجہ سے تھا کہ آپ کو حیض نہین آتا تھا[2]۔

صاحب اخبار الدول زہرا کی وجہ تسمیہ لکھتے ہین کہ جب حضرت امام حسن، وامام حسین، رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے تو مابین عصر ومغرب کا وقت تھا اُسی وقت آپ نفاس سے پاک ہوئین غسل کرکے مغرب کی نماز ادا فرمائی اسیواسطے زہرا لقب ہوا۔

مولانا حضرت شیخ عبدالحق مدارج النبوۃ مین لکھتے ہین کہ حضرت فاطمہ مین بہجت، زہرت، جمال و کمال بہت زیادہ تھا اس مناسبت سے زہرا لقب قرار پایا۔

علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ مین لکھتے ہین کہ فطم کے معنی لغت مین بچہ کو دودھ پینے سے روکنے کے ہین، تو گویا حضرت فاطمہ سیدۂ عالم لوگون کو دوزخ کی آگ سے روکنے والی ہین۔ اور بتول مشتق ہے بتل سے جسکے معنی قطع کرنے کے ہین، منتہی الارب مین لکھا ہے کہ بتول بروزن صبور عورت دوشیزہ کو کہتے ہین۔ جو دنیا اور ماسوائے اللہ سے علیحدہ ہو

---

[1] اصابہ صفحہ ۳۷۷، [2] منح مکیہ شرح قصیدہ ہمزیہ صفحہ ۹۶۵، وصفحہ ۳۲ سے ماخوذ ہے۔

حضرت مریم والدۂ عیسیٰ علیہ السلام کا لقب بھی بتول تھا۔

بچپن ہی سے حضرت فاطمہ کی طبیعت میں بہت زیادہ متانت، سادگی، اور سنجیدگی تھی آپکی اور بہنیں لہو و لعب میں مشغول رہتیں لیکن آپ کا دل کھیل کود میں نہیں لگتا تھا۔ وہ بہنیں اپنے قبیلہ کے اکثر گھرانوں میں چلی جایا کرتی تھیں لیکن آپ کہیں آنا جانا پسند نہیں فرماتی تھیں ہمیشہ اپنی والدہ محترمہ کے پاس بیٹھی رہتی تھیں۔ آپ کی یہ سادگی اور استغنا آنحضرت صلعم کو بہت پسند تھا۔ اسی وجہ سے آپ بتول (تارک الدنیا) کے لقب سے یاد فرمائی جاتی تھیں۔

چونکہ آپ آنحضرت صلعم سے صورت، وسیرت، انداز، ادا، گفتار، رفتار، چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے میں مشابہ تھیں اس لحاظ سے آپ کا لقب زاکیہ، راضیہ بھی ہوا۔

ولادت

آپ کی ولادت باسعادت نبوت سے پانچ سال قبل ہوئی۔ اور یہ وہ مبارک زمانہ تھا کہ اہل قریش خانۂ کعبہ کی تعمیر میں مشغول تھے[1]

حضرت عباس سے مروی ہے کہ آپ کی ولادت اسوقت ہوئی جبکہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی اور اسوقت آنحضرت صلعم کی عمر شریف ۳۵ سال کی تھی[2] اور آپ حضرت عائشہ سے پانچ سال بڑی تھیں[3]

نکاح

جس وقت آنحضرت صلعم ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے اسوقت حضرت فاطمہ ناکتخدا تھیں لوگوں نے پیغام دیئے اُن میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر نے آنحضرت صلعم سے حضرت فاطمہ سے عقد کرنے کی استدعا کی آپ نے فرمایا حکم الٰہی کا انتظار کرو[4]

اس کا ذکر حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے کیا اور اُن کو بھی ترغیب دی کہ تم اپنے لیے پیغام دو چنانچہ حضرت عمر نے بھی اپنی استدعا پیش کی اور وہی جواب پایا جو حضرت ابوبکر کو ملا تھا۔

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لوگوں نے آمادہ کیا لیکن آپ کو اپنی بے سر و سامانی پر تامل ہوا اور یہ بھی خیال آیا کہ اب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے بعد میرے لئے کیا گنجائش

---

[1] طبقات صفحہ ۱۱، [2] اصابہ صفحہ ۲۵، [3] اصابہ صفحہ ۲۵، [4] طبقات صفحہ ۱۱۔

ہو سکتی ہے لیکن جب لوگوں نے اس امر پر زیادہ مجبور کیا اور آنحضرت صلعم کی قرابت کا استحقاق یاد دلایا تو آپ نے آنحضرت صلعم سے بطریقہ پیغام عرض کیا رسول صلعم نے یہ استدعا قبول فرمائی اور حضرت فاطمہ سے ذکر کیا کہ علی کا رجحان خاطر تمہاری طرف ہے آپ خاموش ہو رہیں۔ چونکہ اس خاموشی سے ایک طرح کی رضامندی معلوم ہوئی اسلئے آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ سے شادی کے چار مہینے بعد اوائل محرم ۲ھ میں حضرت علی سے عقد کر دیا[1]۔

حضرت علی نے شادی کے وقت اپنا اونٹ اور بعض اسباب فروخت کر ڈالا تھا جسکی کل قیمت چار سو اسی درہم تک پہونچتی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ دو ثلث خوشبویات میں صرف کرو اور ایک ثلث متاع میں[2] (یعنی سامان خورد و نوش اور دیگر جملہ ضروریات خانگی)۔ عـــہ۔

شادی کا حال حضرت علی کی زبان قلم سے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی شادی کا حال اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ وہ میرے پاس ایک لونڈی تھی جس کو میں آزاد کر چکا تھا اُس نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت فاطمہ کا کسی نے پیغام دیا؟ میں نے کہا معلوم نہیں، پھر اُس نے کہا کہ آپ پیغام دیجیے آپ کو کونسا امر مانع ہے میں نے کہا کس بنا پر پیغام دینے کی جرأت کروں، میرے پاس کوئی چیز نہیں جس سے میں عقد کروں اُسنے مکرر کہا کہ

---

[1] اصابہ صفحہ ۲۶۵، [2] طبقات صفحہ ۱۲۔

عـــہ ۔ صاحب مصنف سیر الصحابیات صفحہ ۱۴۹ حضرت فاطمہ کے عقد کے بیان میں لکھتے ہیں وہ ابن سعد نے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابو بکر نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی آپ نے فرمایا جو خدا کا حکم ہوگا۔ پھر حضرت عمر نے جرأت کی اُن کو بھی آپ نے کچھ جواب نہیں دیا بلکہ وہی الفاظ دہرائے۔ پھر مصنف صاحب موصوف لکھتے ہیں "لیکن بظاہر یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی ہے حافظ ابن حجر نے اصابہ میں ابن سعد کی اکثر روایتیں حضرت فاطمہ کے حال میں روایت کی ہیں لیکن اس کو نظر انداز کر دیا ہے"

معلوم نہیں ہوا صاحب موصوف ابن سعد سے بالخصوص اس روایت سے کیوں اس قدر بدظن ہیں اور صرف حافظ ابن حجر کی نظر انداز کر دینے پر اس روایت کو غیر صحیح ماننے کی کیا وجہ ہے صاحب مصنف نے محض قیاسی رائے سے کام لیا کوئی

نہین آپ آنحضرت صلعم کے پاس جائیے چنانچہ مین اسکے اصرار سے حضور صلعم کی بارگاہ مین گیا لیکن آنحضرت کی جلالت وہیبت کا مجھپر اسقدر اثر ہوا کہ مجھے کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی اور مین خاموش بیٹھا رہا مجھمین بالکل طاقت نہ تھی کہ کچھ گفتگو کرتا لیکن حضور ہی نے توجہ فرما کر دریافت فرمایا کہ کیا فاطمہ کے پیغام کے لیئے آئے ہو۔ مین نے عرض کیا جی ہان۔ آنحضرت نے فرمایا تمہارے پاس کوئی چیز مہر ادا کرنے کے لیئے بھی ہے عرض کیا نہین، فرمایا وہ حطمی زرہ کہان ہے جو مین نے تم کو دی تھی۔ وہی مہر مین دیدو۔ اُس زرہ کی قیمت چار سو درہم سے زائد نہ تھی۔ نکاح ہوا اور وہ زرہ بالعوض مہر دیدی گئی[۱]۔

ایک روایت یہ بھی مذکور ہے کہ انصار کی ایک جماعت نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت فاطمہ کے پیغام دینے کی ترغیب دی چنانچہ آپ آنحضرت صلعم کی خدمت مین گیئے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو آپنے عرض کیا کہ حضرت فاطمہ سے عقد کی خواہش ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا اہلاً ومرحباً ان دو کلمون سے زیادہ آپنے کچھ ارشاد نہ فرمایا۔ حضرت علی واپس آئے۔ انصار کی جماعت جو کہ منتظر تھی مستفسر ہوئی کہ حضور نے کیا ارشاد فرمایا۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ آنحضرت صلعم نے مجھسے اہلاً ومرحباً کے سوا اور کچھ نہ فرمایا۔ ان لوگون نے کہا رسول صلعم کا اہلاً ومرحباً ہی فرمانا کافی ہے۔

---

[۱] ابن الغایہ صفحہ ۵۲۰ و صفحہ ۵۲۱۔

جو قوی دلیل پیش نہین کی اور نہ کسی قسم کا محاکمہ کیا ضعف روایت کے دو ہی سبب ہوتے ہین یا تو اسناد مین کلام ہو یا درایتاً کوئی نقص ہو بغیر اسکے کہ صاحب موصوف اس اصول سے بحث کرتے اور کسی قسم کے اسباب بتلاتے صرف یہ کہکر کہ دو بظاہر یہ روایت صحیح نہین، عمدہ براکیسے ہو سکتے ہین اس روایت کی صحت مین کوئی کلام نہین، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے اس پیغام دینے سے نہ اخلاق پر کوئی برا اثر پڑتا ہے اور نہ معاذاللہ آنحضرت صلعم یا آپ کی صاحبزادی کی اسمین کسر شان ہے، متعدد اصحاب کا پیغام دینا کوئی تعجب کی بات نہین۔ پھر آنحضرت صلعم سے شرف انتساب حاصل کرنے کی کسکو آرزو نہ ہوگی چہ جائیکہ حضرت ابوبکر جیسے یار غار اور حضرت عمر جیسے حامیانِ اسلام۔ بہرحال صرف حافظ ابن حجر کا اپنی کتاب مین لکھنا اس روایت کی عدم صحت کے لیئے کافی ثبوت نہین ہے۔

جب نکاح سے فراغت ہوگئی تو آنحضور رسول اکرم نے فرمایا کہ شادی کے لیے ولیمہ بھی ضروری ہے حضرت سعد نے کہا میرے پاس ایک بھیڑ ہے اس سے ولیمہ کر دیا جائے اور اسی طرح سے انصار کے ایک قبیلہ نے حسب استطاعت ولیمہ کا انتظام کیا[1]"

رخصتی

حضرت علی نے ایک چھوٹا سا مکان رسول صلعم کے مکان سے کسی قدر فاصلہ پر کرایہ پر لے لیا تھا۔ آنحضرت صلعم نے اپنی لونڈی ام ایمن کے ہمراہ حضرت فاطمہ کو حضرت علی کے گھر رخصت کر دیا۔ رخصتی کے وقت حضرت علی سے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جبتک تم مجھ سے نہ مل لو کوئی بات (فاطمہ سے) نہ کرنا۔ پھر آنحضرت صلعم حضرت علی کے گھر تشریف لے گئے پانی طلب کیا اس سے وضو کیا اور حضرت علی پر وہ پانی ڈال دیا۔ اور یہ دعا پڑھی "اللھم بارک فیھما وبارک علیھما وبارک لھما فی نسلھما[2]"

دوسری روایت میں مذکور ہے کہ جب دین و دنیا کے بادشاہ کی معزز بیٹی رخصت ہو کر سسرال جانے لگیں تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی سے فرمایا کہ جبتک میں تمہارے پاس نہ آلوں تم فاطمہ کے پاس نہ جانا حضرت علی اور حضرت فاطمہ دونوں گھر کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ پھر آنحضرت تشریف لائے آپنے دروازہ کھلوایا۔ ام ایمن دروازہ کھولنے آئیں تو یہ گفتگو ہوئی۔

آنحضرت صلعم۔ کیا میرا بھائی بھی اس مکان میں ہے۔

ام ایمن۔ آپ کے بھائی کیسے ہوئے حالانکہ آپنے اپنی صاحبزادی کا عقد اُن سے کیا ہے۔

آنحضرت صلعم۔ ہاں وہ ایسا ہی ہے (پھر آپنے دریافت کیا) کیا اسجگہ اسماء بنت عمیس بھی ہیں۔ اور کیا تم بنت رسول اللہ کی تعظیم و تکریم کے لیئے آئی ہو۔

اُم ایمن۔ جی ہاں اسماء بنت عمیس بھی ہیں اور میں بنت رسول اللہ کی تعظیم و تکریم کے لئے آئی ہوں

آپنے ام ایمن کو دعائے خیر سے سرفراز فرمایا پھر پانی طلب کیا۔ پیالہ یا اور کسی برتن میں پانی پیش کیا گیا۔ آپنے اُس برتن میں ہاتھ دھوئے اور حضرت علی کو بلا کر اُن کے دونوں شانوں اور بازوؤں اور سینہ پر وہ پانی چھڑک دیا۔ پھر حضرت فاطمہ کو بلایا تو وہ شرم و حیا سے جھجکتی ہوئی آنحضرت کے پاس آئیں آپنے اُن پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا اے فاطمہ میں نے تمہاری شادی

---

[1] طبقات صفحہ ۱۳، [2] ایضا و اسد الغابہ صفحہ ۵۲۱ و اصابہ صفحہ ۲۷، [3] طبقات صفحہ ۱۵"۔

اپنے خاندان کے بہترین شخص سے کی[۱] ہے۔

مہر

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جب مین نے پیغام دینے کا ارادہ کیا تو میرے پاس کوئی چیز نہ تھی کہ مہر ادا کرتا مین اسی شش و پنج مین تھا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم مہر کیا دو گے مین نے عرض کیا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہین ہے پھر آپنے فرمایا کہ وہ زرہ حطمی کہان ہی جو مین نے تم کو جنگ بدر کے بعد دی تھی۔ عرض کیا وہ میرے پاس ہی۔ فرمایا بس وہی مہر مین دیدو چنانچہ مین نے وہی زرہ حضرت فاطمہ کے مہر مین دیدی۔

عکرمہ کہتے ہین کہ اُس زرہ کی قیمت صرف چار درہم تھی[۲]۔

حضرت فاطمہ کے مہر کے بارے مین ارباب سیر کا اختلاف ہی بعض کہتے ہین کہ حضرت علی کے پاس اُسوقت زر مال کچھ نہ تھا صرف ایک زرہ تھی وہ مہر قرار دی گئی۔ بعض کہتے ہین چارسو اسّی درہم کا مہر قرار پایا جسکا ثلث حصّہ رسول اللہ صلعم نے خوشبویات مین صرف کرنے کا حکم دیا بعض کا گمان ہی کہ حضرت علی نے آنحضرت صلعم کے حکم سے قبل رخصتی وہی زرہ بعوض مہر حضرت فاطمہ کے روبرو پیش کی[۳]۔

سامان جہیز

حضور سرورِ عالم نے اپنی صاحبزادی سیدۂ عالم حضرت فاطمہ کو مندرجۂ ذیل جہیز دیا[۴]
نقشی تخت یک، تکیہ (جسمین کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی) یک، پیالہ یک،
کپڑا یک، چکیان ۲ عدد، مشکیزہ یک، گھڑے ۲ عدد

اولاد

حضرت فاطمہ کے دو لڑکے امام حسن، امام حسین، اور دو لڑکیان ام کلثوم اور زینب پیدا ہوئے[۵]۔ جو اہم واقعات کے لحاظ سے تاریخ اسلام مین سب سے عظیم الشان ہیروین آنحضرت صلعم کو ان سب سے بہت محبّت تھی آپکی سب صاحبزادیون مین یہ شرف صرف حضرت فاطمہ ہی کو حاصل ہوا کہ اُن سے آپ کی نسل چلی[۶]۔

اور دوسری روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ محسن، اور رقیہ بھی آپ کی یادگار

۱؎ طبقات صفحہ ۱۵، ۲؎ طبقات صفحہ ۱۲، ۳؎ استیعاب صفحہ ۷۱۰، ۴؎ طبقات صفحہ ۱۳ و صفحہ ۱۶، ۵؎ استیعاب صفحہ ۷۱۰، ۶؎ اسد الغابہ صفحہ ۲۰ ۵۱۔

صالحات سے ہیں لیکن بچپن ہی میں رحلت فرما گئے۔[1]

فضائل و مناقب حضرت فاطمہ کے فضائل و مناقب بیشمار ہیں منجملہ اُن کے اہل بیت میں اگرچہ بہت سے بزرگ داخل ہیں لیکن ان سب میں زیادہ قابل عظمت سیدۂ عالم حضرت فاطمہ کا وجود گرامی ہے۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ کا نزول حضرت فاطمہ کے فضائل و مناقب پر خاص طور سے دال ہے عبدالرحمٰن بن ابی نعیم بروایت ابی سعید الخیری لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا وسیّدۃ النساء اہل الجنۃ[2]۔ یعنی فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں"

ایک دفعہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خط کھینچے پھر لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ یہ کیا ہے۔ سب نے عرض کیا اللہ اور اسکا رسول زیادہ واقف ہے، آپ نے فرمایا فاطمہ بنت محمد۔ خدیجہ بنت خویلد۔ مریم بنت عمران۔ آسیہ بنت مزاحم۔ (عورت فرعون کی) ان لوگوں کو جنت کی عورتوں پر سب سے زیادہ فضیلت ہے[3]"

خدائے تعالیٰ نے طبقۂ نسوان میں حضرت فاطمہ کی ذات مبارک میں جو مناقب ودیعت کئے ہیں اُس کی نظیر سے صفحات تاریخ مملو ہیں جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے اور یہ حدیث حضرت فاطمہ کے فضائل کے لئے ایک بہترین شاہد ہے۔ کفاک من نساء العالمین مریم بنت عمران وخدیجۃ بنت خویلد، وفاطمۃ بنت محمد وآسیۃ امرأۃ فرعون[4]۔ یعنی تمہاری تقلید کیلئے تمام دنیا کی عورتوں میں مریم، خدیجہ، فاطمہ، آسیہ کافی ہیں۔

صداقت و راست گوئی میں بھی حضرت فاطمہ کی کوئی نظیر نہیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ما رأیتُ احداً کان اصدق لھجۃ من فاطمۃ الا ان یکون الذی ولدھا صلعم۔ میں نے فاطمہ سے بڑھکر راست گو کسی کو نہیں دیکھا لیکن اُن کے والد آنحضرت صلعم البتہ مستثنیٰ ہیں۔[5]

حضرت رسول صلعم جب کسی سفر سے مراجعت فرماتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لاتے[6]۔ حضرت فاطمہ کے ساتھ جسقدر آنحضرت صلعم کو محبت تھی اُتنی اور کسی اولاد کے ساتھ

---

[1] زرقانی صفحہ ۲۰۳ ج ۳۔ [2] استیعاب صفحہ ۷۷۱ و صفحہ ۷۷۲، [3] استیعاب صفحہ ۷۷۱ و صفحہ ۷۷۲، [4] ترمذی کتاب المناقب، [5] استیعاب صفحہ ۷۷۲ ج ۲۔ [6] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۳۔

یہ تھی حالانکہ آپ کی بعض بہنین آپ سے زیادہ تیز، فہیم، اور خوبصورت تھین لیکن آنحضرت صلعم کو حضرت فاطمہ بہت محبوب تھین[۱]۔

حضرت فاطمہ اگرچہ رسول صلعم کی محبوب ترین اولاد تھین لیکن اُنھون نے کوئی دنیادی فائدہ نہین اُٹھایا[۲]۔

حضرت فاطمہ کے منجلہ اور فضائل کے ایک فضیلت یہ بھی ہو کہ قیامت کے دن ایک ندائے غیبی ہو گی کہ یا اھل الجمع غضوا ابصارکم عن فاطمۃ بنت محمد حتی تمر[۳]۔ اے لوگو! تم اپنی آنکھین بند کر لو تاکہ حضرت فاطمہ گذر جائین۔

رسول صلعم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا تمہاری رضامندی سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور تمہارے غیظ و غضب سے وہ غضبناک ہوتا ہے[۴]۔

آنحضرت صلعم جب کسی سفر یا جنگ سے مراجعت فرماتے تو پہلے مسجد مین تشریف لیجا کر دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لیجاتے پھر دیگر ازواج مطہرات کے پاس[۵]۔

ایک تابعی نے حضرت عائشہ رض سے دریافت کیا رسول اللہ صلعم سب سے زیادہ کس کو محبوب رکھتے ہین آپ نے جواب دیا عورتون مین فاطمہ کو اور مردون مین اُنکے شوہر علی کو[۶]۔

حضرت فاطمہ ہمیشہ سے اپنے ہر ایک انداز کھانے، پینے، بول چال لباس وغیرہ غرض ہر ایک امر مین رسول صلعم کی پوری تقلید کرتی تھین۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہین کہ مین نے فاطمہ سے زیادہ نشست و برخاست، عادت و خصائل طرز و گفتگو، لب و لہجہ مین آنحضرت کے مشابہ کسی کو نہین دیکھا۔

حضرت فاطمہ جب اپنے باپ کے پاس آتین تو آنحضرت صلعم کھڑے ہو جاتے اور پیشانی کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھا لیتے۔ اور یہی طریقہ عمل حضرت فاطمہ کا بھی تھا[۷]۔

اُم سلمہ کہتی ہین کہ رفتار و گفتار مین بہترین نمونہ رسول صلعم کا فاطمہ ہین۔ یہی اسباب ہین کہ جن کی وجہ سے آنحضرت صلعم اُن سے زیادہ محبت رکھتے تھے۔ حضرت فاطمہ کا حلیہ بھی

[۱] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۰ [۲] سنن ابو داؤد [۳] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۳ [۴] ایضاً صفحہ ۵۲۲ [۵] داصابہ صفحہ ۶۸۷ [۶] استیعاب صفحہ ۷۷۱ [۶] ایضاً صفحہ ۷۷۲ [۷] استیعاب صفحہ ۷۷۲ و ابو داؤد بروایت حضرت عائشہ رض ۱۲

آنحضرت صلعم سے بہت ملتا جلتا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہین میری آنکھون نے رسول اللہ صلعم کے بعد فاطمہ سے بہتر کسی کو نہین دیکھا[1]۔

عام حالات

لڑکی خواہ امیر کی ہو یا فقیر کی سن شعور تک تو وہ اپنے شفیق والدین کی گود مین پرورش پاتی ہے،، اور فطرتاً ایک گونہ اپنے والدین، بہن بھائی اور اُس گھر سے جہان اپنی عمر کا ایک بہترین حصّہ گذار چکی ہے محبّت و ہمدردی ہو جاتی ہے لیکن پھر وہ وقت بہت جلد آجاتا ہے جہان اُسکو ایک نئی دنیا اور نئی زندگی اور نئے لوگون کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور اپنے شفیق والدین سے مفارقت اختیار کرنا پڑتی ہے۔ یہ وہ وقت ہے جبکہ والدین باتباع شریعت لڑکی کا ہاتھ ایک اجنبی مرد کے ہاتھ مین دیدیتے ہین اور اپنے فرض منصبی سے دست بردار ہو جاتے ہین وہ وقت لڑکی کے لیے ایک دردناک وقت ہوتا ہے۔

رخصتی کے وقت لڑکی کا گھر بجائے عشرتکدہ کے ماتمکدہ بنجاتا ہے لڑکی تقاضائے دل سے مجبور ہو کر گردن جھکائے زار و قطار روتی رہتی ہے۔

چنانچہ حضرت فاطمہ سیدۃ النساء کا جب عقد ہوا تو آپ بھی بخیال مفارقت رو رہی تھین۔ اسی عرصہ مین سرور کائنات نبی صلعم مکان کے اندر تشریف لائے حضرت فاطمہ کو اس عالم اشکباری، مین دیکھا تو فرمایا اے بیٹی فاطمہ! یہ رونا کیسا مین نے تمہاری شادی ایسے شخص سے کی ہے، جو علم و حلم مین سب سے افضل اور اسلام لانے مین سب سے اول ہے[2]۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت فاطمہ کی طبیعت کچھ ناساز ہوئی آنحضرت صلعم عیادت کو تشریف لائے آپنے فرمایا بیٹی تم کیسی ہو جواب دیا مجھے تکلیف ہے لیکن اُس تکلیف مین مزید اضافہ یہ ہے کہ میرے گھر مین کھانے کی کوئی چیز نہین ہے آپنے فرمایا بیٹی کیا تم کو پسند نہین ہے کہ تم دنیا کی عورتون کی سردار ہو اُنھون نے عرض کیا کہ مریم بنت عمران کا کیا مرتبہ ہے، آپنے فرمایا وہ اپنے زمانہ کی عورتون کی سردار ہین تم اپنے زمانہ کی عورتون کی سردار ہو، اور خدا کی قسم مین نے تمہاری شادی دنیا اور دین کے سردار سے کی ہے[3]۔

آنحضرت صلعم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابو ایوب انصاری کے مکان مین فروکش

---

[1] اصابہ جلد ۸ صفحہ ۲۶، [2] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۱ [3] استیعاب صفحہ ۷۵۰ --

ہوئے، جب حضرت فاطمہ کا عقد ہوا تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم کوئی مکان کرایہ پر لے لو چنانچہ ایک مکان آنحضرت صلعم کے قیام گاہ سے کسی قدر فاصلہ پر لے لیا اور اُسی مکان مین رخصت کراکے لے گئے۔ رخصتی کے بعد آنحضرت صلعم حضرت زینب کے یہان تشریف لے گئے اثنائے گفتگو مین آپنے اپنی صاحبزادی سے فرمایا کہ مین چاہتا ہون کہ تم کو اپنے قریب بلا لون۔ حضرت فاطمہ نے عرض کیا کہ آپ حارث بن نعمان سے فرمایئے وہ کوئی مکان آپ کے قریب دیدینگے۔ آپنے فرمایا بیٹی حارث بن نعمان سے یہ بات کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اتفاق سے یہ خبر حارث کو پہونچی تو بارگاہ نبوت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ اپنی صاحبزادی صاحبہ کو اپنے قریب کے مکان مین منتقل کرانا چاہتے ہین لہذا میرے مکانات موجود ہین حضرت فاطمہ کو بلا لیجئے۔ میرا جان و مال اللہ اور اُس کے رسول کے لیئے قربان ہے اور بخدا جو چیز آپ مجھ سے لین گے مجھے اُسکا آپ کے پاس رہنا میرے پاس کے رہنے سے زیادہ محبوب ہوگا۔ رسول صلعم نے فرمایا تم نے سچ کہا خدا تم کو برکت دے اور اپنی رحمت تم پر نازل کرے، پھر حضرت فاطمہ کو حارث کے مکان مین منتقل کرا لیا[1]

حضرت فاطمہ نہایت متقی، پرہیزگار، دیندار خاتون تھین اُن کی زندگی کا تمام تر حصہ زہد و قناعت پر گذرا صبر و تحمل اور زہد و تورع اور شرم و حیا کی آپ بہترین مثال ہین دنیاوی تکالیف و مصائب کا آپ کو ذرا بھی خیال نہین ہوتا تھا۔ آپ کی زندگی جس عسرت و تنگدستی مین بسر ہوئی اسکا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے گھر کا تمام کام خود کرتی تھین۔ روزانہ کی محنت و جانفشانی یہ تھی کہ اس قدر چکی پیستی تھین کہ ہاتھون مین چھالے پڑجاتے تھے، پانی کی مشک سے کمر و سینہ مین نشان بن گئے تھے، اور گھر مین جھاڑو دینے اور چولھے کے پاس بیٹھکر چولھا پھونکنے سے کپڑے میلے و کثیف ہو جاتے تھے۔

فتوحات کی کثرت تھی مدینہ مین مال و زر کے خزانے لٹ رہے تھے لیکن کوئی سوال کرے کہ سیدۃ النسا حضرت فاطمہ کا کوئی اسمین حصہ تھا تو اسکا جواب سوائے نفی کے اور کچھ نہین ہو سکتا۔ با این ہمہ جب آنحضرت صلعم سے یہ تکلیف دہ حالت عرض کرکے لونڈی کی استدعا کیجاتی تو آپ دوسرے طریقہ سے تسکین و تشفی، وعظ و نصیحت کر دیتے، کبھی کوئی وظیفہ بتا دیتے

[1] طبقات صفحہ ۱۴ و اصابہ جلد ۸ صفحہ ۱۵۷۔

اور کبھی دنیا کی بے ثباتی کا حال بیان فرما دیتے، کبھی صاف انکار کرکے فرما دیتے کہ یہ فقراء و یتامیٰ کا حق ہے
ائمہ حدیث فرماتے ہین کہ حقیقتاً چکی پیسنے کے نشان حضرت سیدۃ النساء فاطمہ کے ہاتھون مین پڑ گئے
تھے، اور چولھا پھونکنے سے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہوگیا تھا لیکن یہ قدرت نہ تھی کہ ایک کنیز رکھ سکین
ایک دن حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے کہا اب تو پانی بھرتے بھرتے سینہ درد کرنے لگا، آجکل دربار
نبوت مین بہت سے قیدی آئے ہین تم جاؤ اور ایک خادم آنحضرت صلعم سے مانگو۔ حضرت فاطمہ نے کہا
مین اپنا حال کس سے کہون میرا خود یہ حال ہے کہ چکی پیستے پیستے ہاتھون مین گھٹے پڑ گئے، پھر آپ اپنے
والد بزرگوار رسول صلعم کی خدمت مین گئین۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کیا حال ہے کیسے آئین کیا کوئی
کام ہے آپنے عرض کیا کوئی کام نہین صرف سلام کے لیے حاضر ہوئی حضرت فاطمہ مراسم آداب و
سلام بجالاکر اپنے گھر واپس آئین جن باتون کے اظہار کی ضرورت تھی اور جس گذارش کے لئے گئی
تھین شرم کے مارے اُسکا اظہار نہ کیا۔ جب گھر واپس آئین تو حضرت علی نے کہا تم جس کام کو گئی
تھین کیا کرکے آئین آپنے کہا مین سلام کرکے چلی آئی۔ میری شرم و حیا نے اجازت نہ دی کہ مین
کوئی سوال کرتی۔ پھر دونون میان بیوی آنحضرت صلعم کی خدمت مین گئے حضرت علی نے عرض
کیا یارسول اللہ پانی بھرتے بھرتے سینہ درد کرآیا حضرت فاطمہ نے عرض کیا چکی پیستے پیستے ہاتھون مین
گھٹے پڑ گئے اب ایسی تکلیفین ناقابل برداشت ہین حضور کی بارگاہ مین بہت سے قیدی آئے ہین
اُن مین سے ایک ہم کو دیجئے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا بخدا مین تم دونون کو کوئی خادم نہین دونگا
کیا مین اہل صفہ کے حق کو چھوڑ دون اور اُن کو بھول جاؤن۔ جو فقر و فاقہ کی بدولت نان شبینہ کو
محتاج ہین اور میرے پاس کوئی چیز نہین ہے کہ مین اُن لوگون کے لیے صرف کرون اور امداد
دون سوائے اُس کے کہ ان قیدیون کو فروخت کرون اور اُسکی قیمت سے اہل صفہ کی ضرورت
پوری کراؤن جب یہ دونون ایک منصفانہ جواب سنکر گھر واپس آئے تو آنحضرت صلعم اُن کے گھر
تشریف لائے اُسوقت دونون اپنے اپنے فقرانہ بسترون پر آرام کے لیے لیٹ چکے تھے لیکن جب
آنحضرت صلعم کو آتے دیکھا تو تعظیماً و تکریماً اُٹھے آپ نے فرمایا تم نے جس چیز کی ضرورت ظاہر کی
تھی اور جس کے تم خواہشمند تھے اُس سے بہتر ایک چیز تم کو بتانے کے لیے آیا ہون اُنھون نے
عرض کیا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا وہ ہر نماز کے بعد دس دس بار سبحان اللہ و الحمد للہ و اللہ اکبر

پڑھاکرو اور سوتے وقت سبحان اللہ والحمد للہ ۳۳-۳۳-بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھکر
سویا کرو یہی تمھارے لیے بہترین خادم ہیں[۱]۔

اسی روایت کے سلسلہ مین راوی نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کی بے بضاعتی و بے مائیگی
کا اظہار کیا ہی کہ جب وہ دونون بستروں پر آرام کے لیے لیٹے تو اوڑھنے کا چادرہ اس قدر چھوٹا
تھا کہ جب آپ دونون اپنے پیرون کو ڈھانکنا چاہتے تو سر کھل جاتا اور اگر سر ڈھانکنا چاہتے تو
پیر کھل جاتے تھے[۲]۔

حضرت علی جناب سیدہ فاطمہ کی خاطر داری کا بہت خیال رکھتے تھے، اور کوئی بات
منشا کے خلاف پسند نہ کرتے تھے، لیکن پھر بھی رسول صلعم اُن کو تاکید فرماتے تھے کہ فاطمہ کے ساتھ
اچھا برتاؤ کرنا اُدہر حضرت فاطمہ کو بھی باربار نصیحت کرتے رہتے تھے کہ عورت کا بڑا فرض شوہر کی
اطاعت و فرمانبرداری ہی آپ ہمیشہ دونون کے تعلقات مین خوشگواری پیدا کرنے کی کوشش
فرماتے رہتے تھے۔ لیکن زن و شوئی کے تعلقات معاشرت ایسے اہم اور سخت ہین کہ کیسی ہی
احتیاط کیجائے پھر بھی کبھی نہ کبھی ایسے اتفاقات پیش آجاتے ہین جس سے رنج و ملال پیدا
ہو جاتا ہے جس سے لطف و محبت کی زندگانی مین بدمزگی پیدا ہو جاتی ہے۔

چنانچہ ایک دفعہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کیساتھ قدرے تشدد سے کام لیا آپ کو ناگوار گذرا!
آپ کبیدہ خاطر اپنے والد بزرگوار رسول صلعم کی خدمت مین گئین (آپ کے پیچھے پیچھے حضرت
علی بھی گئے اور ایسی جگہ کھڑے ہو گئے کہ آنحضرت صلعم اور حضرت فاطمہ کی گفتگو سن سکین)
حضرت علی کی شدت مزاج و غصہ کی شکایت کی آپ نے فرمایا اے بیٹی جو کچھ مین کہون اسکو
غور و فکر سے سنو اور عمل کرو۔ وہ مرد و عورت ہی کیا جنکے درمیان کوئی امر واقع نہ ہو اور
یہ کیا ضروری ہے کہ مرد تمام کام عورت کے منشا کے مطابق ہی کرے اور شوہر اپنی بیوی کو کچھ
نہ کہے حضرت علی پر اس مصلحانہ جواب کا اس قدر اثر ہوا کہ پھر اُنھون نے کوئی ایسی بات
نہ کی جس سے حضرت فاطمہ رنجیدہ خاطر ہوتین۔

حضرت علی خود فرماتے ہین کہ مین جو تشدد حضرت فاطمہ پر کرتا تھا اُس سے مین دستبردار

[۱] طبقات صفحہ ۱۶ و اصابہ صفحہ ۱۵۸ ج ۴، صفحہ ۳۶۔ [۲] طبقات صفحہ ۱۶ ج ۸، طبقات صفحہ ۱۶ ج ۸۔

ہوگیا۔ اور مین نے اپنی بیوی سے کہا خدا کی قسم مین اب ایسا فعل نہ کرونگا جس سے تم رنجیدہ ہو اور تمہاری دلشکنی ہو[1]

حضرت علی اور حضرت فاطمہ کے درمیان جب کبھی خانگی معاملات مین کوئی رنجش ہو جاتی تو آنحضرت صلعم اُسی طرح صلح کرا دیتے۔ اور آپ کو ان دونون کی مصالحت سے غیر معمولی مسرت ہوتی تھی ایک مرتبہ ایسا ہی اتفاق پھر پیش آیا آپ حضرت علی کے یہان تشریف لیگئے اُسوقت آپ کے چہرۂ مبارک پر کچھ آثار رنج و ملال کے نمایان تھے۔ آپ نے ان دونون مین صلح کرا دی۔ جب باہر تشریف لائے تو آپ کا چہرۂ مبارک بشاش تھا لوگون نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ یہ کیا بات ہے جب آپ گھر مین تشریف لے گئے تو آپکا چہرہ متغیر تھا اور اب بشاش ہے۔ فرمایا مین نے ایسے دو شخصون مین مصالحت کرا دی جو مجھے محبوب تر ہین[2]

آنحضرت صلعم دنیاوی زینت و آرایش کو بہت ناپسند فرماتے تھے اور اولاد کے لیے بھی یہی صورت تھی آپ خود بھی زینت و آرایش کی چیز اولاد کو نہ دیتے تھے اور نہ دوسرون کو دینا پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو ایک سونیکا ہار دیا جب آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو آپنے فرمایا اے فاطمہ کیا تم لوگون سے کہلوانا چاہتی ہو کہ رسول اللہ کی لڑکی آگ کا ہار پہنتی ہے حضرت سیدہ فاطمہ نے اُس کو فروخت کر کے اُس کی قیمت سے ایک غلام خرید لیا۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کسی غزوہ سے واپس تشریف لائے تو حضرت فاطمہ نے بطور خیر مقدم گھر کے دروازون پر پردے لگا دیے، اور امام حسن، و امام حسین علیہما السلام کو چاندی کے کنگن پہنا دیے جب آنحضرت صلعم حسب معمول حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے تو اس ساز و سامان کو دیکھکر واپس تشریف لے گئے حضرت فاطمہ کو آپ کی واپسی کا حال معلوم ہوا تو سمجھ گئین کہ مزاج کے خلاف گذرا فوراً پردون کو چاک کر ڈالا صاحبزادون سے

---

[1] طبقات صفحہ ۱۶ و اصابہ صفحہ ۲۱، [2] ایضاً،

ہاتھوں سے کنگن اُتار لیئے۔

صاحبزادے روتے ہوئے آنحضرت صلعم کے پاس گیئے، آپ نے فرمایا اگرچہ میرے اہل بیت ہیں مگر میں نہیں چاہتا کہ دنیا کے زخرفات سے آلودہ ہوں - اور صحابہ سے فرمایا کہ اسکے عوض ہاتھی دانت کے کنگن خرید کر لا دو[1]۔

ابن ہشام بن مغیرہ برادر ابی جہل نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا تم عورا بنت ابی جہل سے نکاح کر لو حضرت علی کا یہ ارادہ آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو آپ کو سخت ناگوار گذرا آپ مسجد میں تشریف لائے اور ممبر پر یہ خطبہ پڑھا۔

ان بنی ھشام بن المغیرۃ استاذنونی	آل ہشام علی بن ابی طالب سے اپنی لڑکی کا نکاح
ان ینکحوا ابنتھم علی بن ابی طالب	کرنے کے لیئے مجھ سے اجازت چاہتے ہیں لیکن
فلا اذن ثم لا اذن الا ان یرید	میں اجازت نہ دونگا البتہ ابن ابی طالب میری
ابن ابی طالب ان یطلق ابنتی وینکح	لڑکی کو طلاق دیکر اُس کی لڑکی سے نکاح کرلیں
ابنتھم فانما ھی بضعۃ منی یریبنی	فاطمہ میری جگر گوشہ ہے جس نے اُسکو اذیت
ما رابھا ویوذینی ما اذاھا[2]...	دی گویا اُس نے مجھے اذیت دی جس سے اُسے دُکھ
	ہوپنچے گا اس سے مجھے بھی پہونچے گا۔

اور فرمایا،،

وانی لست احرم حلالا ولا احل	اور میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں
حراما ولکن واللہ لا تجتمع بنت	کرنا چاہتا ہوں لیکن خدا کی قسم ایک رسول
رسول اللہ وبنت عدو اللہ	کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی دونوں ایک جگہ
ابدا[3]۔	جمع نہیں ہوسکتیں۔

اس خطبہ کا یہ اثر ہوا کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کی زندگی تک کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا[4]۔

کسی صاحب کو مبادا یہ خیال ہو کہ (معاذ اللہ) آنحضرت صلعم نے صرف اپنی بیٹی پہ سوت سہنے کی

---

[1] ابو داؤد و نسائی سے ماخوذ، [2] صحیح بخاری صفحہ ۷۸۷ ج ۲ - [3] صحیح بخاری صفحہ ۵۲۸ ج ۱ -

[4] استیعاب صفحہ ۷۵۰

وجہ سے حضرت علی کو اجازت نہ دی، خطبہ مین یہ الفاظ نہین اور نہ خطبہ سے دنیاوی مفاد کا ترشح ہے یہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ آنحضرت صلعم نے کوئی دنیاوی فائدہ کبھی نہین حاصل کیا باوجود رسول خدا ہونے کے اپنی عمر نہایت عسرت و تنگی سے بسر کی تاکہ غافلین دنیا متنبہ ہوجائین کہ دنیا کاملین کے لیے باعث عزت و وقعت نہین ۔

حضرت علی کو اجازت نکاح نہ دینے کے چند وجوہ ہین اولاً اسوجہ سے کہ اُس سے حضرت فاطمہ کو تکلیف پہونچتی اور اس تکلیف کا پہونچنا گویا آنحضرت صلعم کو تکلیف پہونچانا تھا اور آنحضرت صلعم کو تکلیف دینا گویا خدائے تعالیٰ کو ناراض کرنا ہے[۵۱]۔ اور ایسا فعل حضرت علی مرتضیٰ کے لیئے زیبا نہ ہوتا۔ دوسرے اسوجہ سے کہ حضرت فاطمہ پر بسبب غیرت کے فتنہ و فساد کا احتمال تھا تیسرے آنحضرت صلعم کا اجازت نہ دینا کچھ اسوجہ سے نہ تھا کہ آپ دو عورتون کا جمع ہونا پسند نہین فرماتے تھے اسلیے ممانعت فرمائی۔ ہرگز ایسا خیال نہ تھا بلکہ آپنے فضلِ الٰہی سے متنبہ فرمایا کہ تقدیر الٰہی یہی ہے کہ یہ دونون جمع نہ ہون گے[۵۲]۔

یحییٰ ابن سعد قطانی کہتے ہین کہ مین نے عبد اللہ بن داؤد سے لا اٰذن الا ان یرید بن ابی طالب ان یطلق ابنتی و ینکح ابنتھم" اس ارشاد نبی صلعم کے معنی پوچھے تو اُنھون نے کہا کہ اللہ نے حرام کر دیا حضرت علی پر کہ وہ حضرت فاطمہ کی حیات مین کسی اور سے نکاح کرین کیونکہ کلام اللہ مین ہے وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (ترجمہ) اور (مسلمانو!) پیغمبر جو چیز تم کو (ہاتھ اُٹھا کر) دیدیا کرین وہ لوے لیا کرو اور جس چیز کے لیے تم کو منع کرین اُس سے دست کش رہو[۵۳]"

جب آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین اجازت نہین دیتا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت فاطمہ کی موجودگی مین بلا اجازت آنحضرت صلعم کے دوسری عورت سے نکاح درست نہین۔

عمرو بن داؤد کہتے ہین جبکہ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے، "فاطمة بضعة منی یریبنی ما ارابها و یؤذینی ما آذاها" تو بیشک حضرت علی پر حرام ہے کہ فاطمہ کی موجودگی مین کوئی دوسرا نکاح کرین، اور اس سے آنحضرت صلعم کو تکلیف دین، اور "وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ

---

۵۱ الدرۃ البیضا، حالات فاطمہ، ۵۲ ایضا، ۵۳ الحشر پارہ ۲۸، ع ۱

کے موافق بھی کسی مسلمان کو لائق نہیں ہے کہ رسول اللہ صلعم تکلیف و ایذا پہونچائے۔

یحییٰ بن سعد قطانی اور عمرو بن داؤد نے اس مسئلہ کو بہت واضح اور مشرح طریقہ سے صاف کردیا اب کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ وَمَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا اور وَمَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللہِ سے تمام شکوک محو ہو گئے۔ اور اسی پر کاربند رہنا چاہیے۔

شعار اسلام ہمارا ایمان ہے کہ ہم اُس کو تسلیم کریں اور دل سے عمل کریں رسول اللہ کا ہر فعل ہمارے لئے طریقۂ عمل ہے خدائے تعالیٰ متعدد جگہ اپنے رسول کی اطاعت کے لیے فرماتا ہے۔

اَطِیْعُوا اللہَ وَالرَّسُوْلَ۔ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو۔ (آل عمران پارہ ۳۔)

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللہَ جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اُسنے اللہ کی اطاعت کی (النساء پارہ ۵)

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللہَ اے وہ لوگوں کہ ایمان لائے ہو اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْہُ کرو اور اُس سے روگردانی نہ کرو (انفال پارہ ۹)

خدائے تعالیٰ اپنے رسول کا مرتبہ بتلا کر بندوں کو متنبہ کرتا ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ ۔ پیغمبر مسلمانوں پر خود اُن کی جانوں سے بھی حق زیادہ رکھتے ہیں

وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ ۔ (اور مسلمانوں کے باپ کی جگہ ہیں) اور پیغمبروں کی بیویاں (ادب و تعظیم میں) اُن کی مائیں ہیں۔ (الاحزاب پارہ ۲۱)[1]

مطلب یہ ہے کہ ہر ایک شخص اپنی جان کا پاس کرتا ہے لیکن پیغمبروں کے حکم کا پاس اس سے زیادہ کرنا چاہیے۔ جو شخص خدا کے رسول کو قولاً و فعلاً جانی و مالی کوئی ایذا دے یا اُن کے فعل حکم کو استہزا قرار دے یا نکتہ چینی کرے تو اُسکے لیے خدائے تعالیٰ تہدید کرتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ ۔ جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو کسی طرح کی ایذا دیتے ہیں اُن پر دنیا لَعَنَھُمُ اللہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۔ اور آخرت میں خدا کی پھٹکار ہے اور خدا نے اُن کے لیے ذلت کا وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۔ عذاب تیار کیا ہے (الاحزاب پارہ ۲۱)

---

[1] الدرۃ البیضاء حالات حضرت فاطمہ ۱۲ ۔

آنحضرت صلعم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، اور امام حسن، اور امام حسین سے فرمایا کہ تم لوگوں کی جس شخص سے لڑائی ہے اُس سے میری بھی لڑائی ہے اور جس سے تمہاری صلح ہے اُس سے میری بھی صلح ہے[1] یعنی جن لوگوں سے تم رضامند نہ ہوگے اُن سے میں بھی رضامند نہ ہوں گا اور جس سے تم خوش رہوگے اُس سے میں بھی۔ یہ اقتضائے محبت کا انتہائی اثر ہے۔

حضرت علی فرماتے ہیں جس وقت میری شادی حضرت فاطمہ سے ہوئی تو میرے اور فاطمہ کے لیے کوئی بستر تک نہ تھا صرف ایک بھیڑ کی کھال تھی رات کو اُس پر لیٹ رہتا تھا اور دن میں اُس سے مشکیزہ کا کام لیتا تھا اور نہ کوئی خادم تھا۔[2]

ایک دفعہ حضرت علی نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ آپ ہم دونوں (فاطمہ و علی) میں سے کس کو زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم سے زیادہ فاطمہ محبوب ہیں اور فاطمہ سے زیادہ تم عزیز ہو۔[3]

آنحضرت صلعم کی سرگوشی { مشہور روایت کے مطابق حضرت فاطمہ کی عمر اُنتیس سال کی تھی کہ وحادثۂ جانگداز۔ } والد بزرگوار رسول صلعم کا سایۂ عاطفت سر سے اُٹھ گیا یہ صرف داغ مفارقت نہ تھا بلکہ داغ یتیمی تھا۔

آنحضرت صلعم کی محبوب ترین اولاد آپ ہی تھیں، اور دوسرے آنحضرت صلعم کی اولاد میں صرف آپ ہی کا وجود گرامی یہ صدمہ جانکاہ اٹھانے اور رونے کے لیے باقی تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ وفات سے قبل آنحضرت صلعم کے پاس میں بیٹھی ہوئی تھی کہ فاطمہ آئیں تو آنحضرت صلعم نے مرحبا یا بنتی کہکر اپنے دائیں یا بائیں جانب بٹھالیا پھر آپ نے اُن کے کان میں کچھ فرمایا وہ رونے لگیں پھر دوبارہ کچھ کان میں فرمایا تو ہنسنے لگیں مجھے بڑا تعجب ہوا اور مجھ سے نہ رہا گیا میں نے فاطمہ سے پوچھا یہ کیا بات ہے اس سے قبل میں نے ایک ہی وقت میں رونے اور ہنسنے کا اتصال نہیں دیکھا جیسا کہ اس موقع پر دیکھا۔ فاطمہ نے جواب دیا میں ہرگز اپنے باپ کا راز فاش نہ کروں گی۔ جب رسول صلعم کا وصال ہوگیا تو میں نے پھر فاطمہ سے کہا اس روز رونے اور ہنسنے کا کیا سبب تھا فاطمہ نے کہا چونکہ آنحضرت

---

[1] اصابہ صفحہ ۱۲۱، [2] طبقات صفحہ ۱۳، [3] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۲

اس عالم سے تشریف لیگئے۔ اسلئے اب مین اُس واقعہ کو بیان کرتی ہون وہ یہ کہ پہلی مرتبہ تو آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ جبرئیل علیہ السلام سال مین ایک مرتبہ قرآن پاک کا دور کرتے تھے اس کے خلاف معمول سال مین دوبارہ دور کیا اس سے قیاس ہوتا ہے کہ میری موت کا وقت قریب آگیا ہے اور تم میرے اہل بیت مین سب سے پہلے مجھ سے ملوگی۔ اس پر مین رونے لگی پھر آپنے دوبارہ فرمایا کیا تم اس کو پسند نہین کرتین کہ تم دنیا کی تمام عورتون کی سردار ہو مین یہ سنکر ہنسنے لگی[1]۔

وفات سے قبل جب آنحضرت صلعم پر غشی طاری ہوئی تو حضرت فاطمہ فرماتی تھین۔ واکرب اباہ، ہائے میرے باپ کی بےچینی۔ اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا تمہارا باپ آج کے بعد پھر بےچین نہ ہوگا۔

یہ پہلے لکھا جاچکا ہے کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد تک بنات طیبات مین صرف حضرت فاطمہ کا وجود گرامی تھا لیکن حقیقتاً امر یہ ہے کہ آپ پر بہت بڑی مصیبت پڑی اور آپ کی زندگی بھی اُسی دن ختم ہوگئی جسدن یہ صدمہ جانکاہ دیکھنا نصیب ہوا۔

کتب سیر مین مذکور ہے کہ وفات کے بعد حضرت فاطمہ بہت رنجیدہ رہا کرتی تھین چنانچہ بقیۂ ایام حیات مین آپ کو کسی نے ہنستا ہوا نہین دیکھا[2]۔

جب آنحضرت صلعم کی تجہیز و تکفین سے صحابہ فارغ ہوکر حضرت فاطمہ کی خدمت مین آئے اور آپ کی تسلی و تشفی کرنے لگے تو آپنے حضرت انس رض سے پوچھا کیا تم رسول اللہ کو دفن کر آئے اُنھون نے عرض کیا جی ہان۔ آپ نے فرمایا تمہارے دل نے کیسے گوارا کیا کہ تم نے کئی من خاک کے نیچے آنحضرت کو دبا دیا[3]۔

آنحضرت صلعم کی قبر پر آپ تشریف لے گئین وہان روئین اور ایک مشت خاک قبر شریف سے لیکر آنکھون سے لگائی اور یہ دو شعر پڑھے[4]۔

ماذا علی من شم تربۃ احمد	کیا چاہیے اُس شخص کو جو خاک مزار مبارک آنحضرت صلعم
ان لا یشم مدی الزمان غوالیا	سونگھے یہ لازم ہوا اُس پر یہ کہ پھر وہ تمام عمر کوئی خوشبو نہ سونگھے

[illegible] طبقات [illegible] ... [illegible] صفحہ ۵۲۲ ج ۵ ص ۳، اسد الغابہ صفحہ ۵۲۲، ۱۲۴ در المنثور صفحہ ۲۶۱۔

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّھَا	مجھ پر جو مصیبتیں پڑیں اگر وہ دنوں پر پڑتیں
صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا	تو وہ رات ہو جاتے۔

یہ شعر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہیں۔ جو حضرت فاطمہ نے وقت حاضری مزار مبارک پڑھے اور جو اشعار آنحضرت صلعم کے مرثیئے کے متعلق آپ سے منسوب ہیں وہ یہ ہیں[1]

اغبر آفاق السماء وکورت	غبار آلودہ کنارے آسمان کے لپیٹ دیا گیا
شمس النہار واظلم العصران	آفتاب اور تاریک ہو گیا زمانہ۔
والارض من بعد النبی کئیبۃ	اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زمین غمگین و رنجیدہ ہے
اسفا علیہ کثیرۃ الاحزان	بلکہ بوجہ کثرت آلام و افسوس کے شق ہوئی جاتی ہے
فلیبکہ شرق البلاد وغربہا	آنحضرت صلعم پر مشرق و مغرب کے شہر کے لوگوں کو
ولتبکہ مضر وکل یمان	اور قبیلہ مضر اور تمام اہل یمن کو رونا چاہیئے۔
ولیبکہ الطود الاشم وجوۃ	بلکہ بڑے بڑے پہاڑ اور خلوے زمین و آسمان اور
	بیت اللہ شریف جس پر پردے لٹکے ہوے اور ستون والا
والبیت ذو الاستار والارکان	ہے اس کو بھی رونا چاہیئے۔ اے سب رسولوں
یا خاتم الرسل المبارک ضوءہ	کے خاتم کہ مبارک ہو شاخ اُن کی (سلسلہ نسب)
صلی علیک منزل القرآن[2]	رحمت بھیجے اپنا اتارنیوالا قرآن کا یعنی خدا تعالیٰ اپر رحمت بھیجی ہے)

آنحضرت صلعم کے انتقال کے بعد میراث کا مسئلہ پیش ہوا حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ جو کچھ میراث ہے اس کو تقسیم کر دو حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ رسول اللہ کے اعزہ کو اپنے اعزہ سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں لیکن دقت یہ ہے کہ خود آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ انبیا جو مال متروکہ چھوڑتے ہیں وہ کل کا کل صدقہ ہوتا ہے اس میں وراثت نہیں ہوتی اس بنا پر میں کیوں کر تقسیم کر سکتا ہوں۔ اس پر حضرت فاطمہ کو بہت قلق ہوا[3]

صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ کو اس گفتگو سے سخت صدمہ ہوا اور وہ حضرت ابوبکر سے اس قدر ناراض ہوئیں کہ آخر وقت تک اُن سے اس معاملہ میں بات چیت نہ کی۔[4]

---

[1] در المنثور صفحہ ۳۶ [2] ایضاً [3] طبقات صفحہ ۱۸ [4] صحیح بخاری صفحہ ۵۲۶ ج ۲۔

لیکن طبقات کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ بیمار ہوئین اور حضرت ابوبکر آپکو دیکھنے کے لیئے آئے تو آپ نے اندر آنے کی اجازت مانگی حضرت علی نے اپنی بیوی سیدہ حضرت فاطمہ سے کہا کہ ابوبکر اندر آنے کی اجازت طلب کرتے ہین آپ نے فرمایا اس کو تو آپ ہی سمجھ سکتے ہین چنانچہ وہ اندر آئے مزاج پرسی کی اور معذرت چاہی آپ اُن سے خوش ہوگئین[1] اور کوئی رنج دل مین نہ رہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو پہلے بہت ناراض ہون لیکن بعد مین آپ خوش ہوگئین اور گذشتہ باتون کا کچھ نہین خیال کیا۔

وفات حضرت فاطمہ سیدہ عالم کی اور تین بہنین جس طرح عین جوانی کی حالت مین گذر گئین اسی طرح حضرت فاطمہ نے آنحضرت صلعم کی وفات کے آٹھ ماہ بعد اور بعض کے نزدیک ۷۰ یوم کے بعد اس دنیائے فانی سے کوچ کیا[2]۔ اور بعض کے نزدیک دو مہینے اور بعض کے نزدیک چار مہینے لیکن صحیح یہی ہے کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے چھ مہینے بعد بہ عمر اُنتیس ۲۹ سال ۳ رمضان المبارک سنہ ۱۱ ہجری راہگزاے فردوس برین ہوئین[3]۔

آنحضرت صلعم کی یہ پیشینگوئی کہ میرے اہل بیت مین سب سے پہلے ملوگی پوری ہوئی۔

اُنتیس ۲۹ سال کی عمر اُسی وقت تسلیم کی جاسکتی ہے جبکہ سنہ ولادت پانچ سال قبل نبوت تسلیم کیا جائے۔ اگر سنہ ۴۱ محمدی سنہ ولادت مانا جائے تو یہ عمر نہین ہوسکتی ہان اگر چوبیس ۲۴ سال عمر تسلیم کی جائے تو البتہ سنہ مذکور کے مطابق یہ سن شریف ہوسکتا ہے لیکن ارباب سیر نے اُنتیس ۲۹ سال بالاتفاق تسلیم کیا جس سے سنہ ولادت پانچ سال قبل نبوت ثابت ہوتا ہے۔

واقدی مؤرخ لکھتے ہین کہ حضرت فاطمہ کا انتقال ۳ رمضان المبارک سنہ ۱۱ ہجری مین ہوا حضرت عباس نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور حضرت علی اور فضل و حضرت عباس نے قبر مین اُتارا[4]۔

آپ کے مرض الموت کے متعلق صفحات تاریخ بالکل ساکت ہین مگر جہان تک معلوم ہوسکا وہ یہی ہے کہ آپ کا انتقال کسی ایسے سخت مرض مین ہوا کہ جسکی وجہ سے کچھ عرصہ تک صاحب فراش رہین

---

[1] طبقات صفحہ ۱۸ [2] استیعاب صفحہ ۷۷۲ [3] طبقات صفحہ ۱۸ [4] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۴ [5] ایضاً و اصابہ صفحہ ۱۵۳ و استیعاب صفحہ ۷۷۲

ام سلمہ کہتی ہیں کہ جس وقت حضرت فاطمہ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو حضرت علی گھر میں تشریف نہیں رکھتے تھے۔ حضرت فاطمہ نے مجھ سے کہا کہ پانی کا انتظام کردو میں غسل کرونگی اور صاف وعمدہ کپڑے نکال دو وہ پہنونگی چنانچہ میں نے یہ سب انتظام کردیا۔ آپ نے خوب اچھی طرح غسل کر کے کپڑے پہنے پھر فرمایا کہ میرا بستر کردو میں لیٹونگی میں نے بستر بھی کردیا وہ بستر پر قبلہ رو لیٹ گئیں اور مجھ سے فرمایا اب مفارقت کا وقت قریب ہے میں غسل کرچکی ہوں اس لئے اب غسل کی مکرر ضرورت نہیں ہے اور نہ اب میرا بدن کھولا جائے۔ چنانچہ اسکے بعد ہی انتقال ہوگیا جب حضرت علی آئے تو میں نے یہ واقعہ بیان کیا انہوں نے اسی غسل پر اکتفا کیا اور ان کو دفن کردیا[1]۔ یہی روایت کتاب اصابہ میں ام رافع سے مروی ہے[2]۔

جنازہ میں بہت کم لوگوں کو شرکت کا موقع ملا اس کی وجہ یہ تھی کہ رات کو انتقال ہوا اور حضرت علی سے وصیت کردی تھی کہ میں رات کو دفن کردی جاؤں چنانچہ رات ہی کو دفن کردی گئیں[3] چونکہ رات کا وقت تھا لوگوں کو وفات کی خبر نہ پہونچ سکی اسلئے اکثر لوگ شرکت دفن سے محروم رہے۔

سیدۃ النسا حضرت فاطمہ کے مزاج میں انتہائی شرم وحیا تھی جب آپکی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت اسماء بنت عمیس سے فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ عورت کا جنازہ قبرستان تک کھلا ہوا جائے اس میں بے پردگی ہوتی ہے اور مرد وعورت کے جنازہ میں کوئی تفریق نہیں رکھی گئی، مرد برابر کرتے ہیں کہ جنازہ کھلا ہوا لیجاتے ہیں یہ مجھے بالکل پسند نہیں ہے۔ حضرت اسماء نے کہا یا بنت رسول اللہ میں نے حبش میں ایک بہترین طریقہ دیکھا ہے اگر آپ حکم دیں تو وہی طریقہ پیش کروں۔ یہ کہکر کھجور کی چند شاخیں منگوائیں اور انپر کپڑا تانا جس سے ایک پردہ کی صورت نکل آئی۔ آپ کو یہ طریقہ بہت پسند آیا اور بہت خوش ہوئیں[4]۔ چنانچہ آپ کا جنازہ اسی طرح پردہ میں قبر تک گیا۔ اور اسلام میں یہی پہلی خاتون ہیں جنکا جنازہ اس طریقہ سے اٹھایا گیا۔ آپ ہی کی ذات مقدس نے اس پردہ کو رائج کیا اور آجتک اسی پر عملدرآمد ہورہا ہے۔

---

[1] طبقات صفحہ ۱۷ وصفحہ ۱۸، [2] اصابہ صفحہ ۲۹۷، [3] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۴، [4] ایضاً صفحہ ۲۷۴۔

آپکے بعد حضرت زینب بنت جحش کا بھی جنازہ اسی طرح اُٹھایا گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر گھر تشریف لائے تو مغموم و محزون اور بہت پریشان تھے۔ اسی شدت غم و الم میں آپ نے یہ شعر پڑھے۔

أری علل الدنیا علیّ کثیرۃ — میں خیال کرتا ہوں کہ مجھ میں دنیا کی بیماریاں بکثرت

وصاحبها حتی الممات علیل — پیدا ہو گئیں ہیں اور اہل دنیا جب تک دنیا میں ہیں بیمار ہی ر[ہتے ہیں]

لکل اجتماع من خلیلین فرقۃ — ہر یکجائی (ہر وصل) کے بعد دوستوں سے مفارقت

وکل الذی دون الفراق قلیل — ہو جاتی ہے اور وہ زمانہ جو فراق کے سوا ہوتا ہے وہ تھوڑا ہوتا ہے

وان افتقادی فاطما بعد احمد — رسول صلعم کے بعد فاطمہ کی مفارقت اس بات پر دلالت

دلیل علی ان لا یدوم خلیل — کرتی ہے کہ دوست ہمیشہ نہیں رہتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت فاطمہ کی قبر شریف پر روزانہ تشریف لیجاتے اور حضرت فاطمہ کو یاد کرکے یہ شعر پڑھتے۔

مالی مررت علی القبور مسلما — خدایا کیا ہے میرے واسطے کہ میں قبروں پر گذرتا ہوں درانحالیکہ میں قبروں کی جانب سلام کرنے والا ہوتا ہوں

قبر الحبیب فلم یرد جوابی — لیکن حبیب کی قبر میرے سلام کا جواب نہیں دیتی

یا قبر مالک لا تجیب منادیا — اے قبر تجھکو کیا ہو گیا ہے کہ پکارنے والے کو کوئی جواب نہیں دیتی، معلوم ہوتا ہے کہ تو نے میرے بعد (آپ کے علیحدہ ہونے کے بعد)

أمللت بعدی خلۃ الاحباب — دوستوں کی محبت (دوستی) کو کمزور کر دیا (منقطع کر دیا)

اس شعر کے جواب میں حضرت علی کو (حضرت فاطمہ کی طرف سے) ہاتف غیبی نے یہ جواب دیا۔

قال الحبیب وکیف لی بجوابکم — حبیب نے کہا میں کیونکر جواب دے سکتی ہوں [illegible]

وانا رهین جنادل وتراب — [illegible] پتھروں اور مٹی کے نیچے

استیعاب صفحہ [illegible] در منثور صفحہ [illegible] [illegible]
صفحہ [illegible]، صفحہ [illegible]۔

اکل التراب محاسنی فنسیتکم
وحجبت عن اھلی وعن اترابی
فعلیکم منی السلام تقطعت
منی ومنکم خلة الاحباب

کیف ڈھیر مین دبی ہوئی ہون مٹی نے میرے تمام
محاسن کو کھا لیا اور مین تم کو بھول گئی اور مین اپنے
اہل اور ہمعصر لوگون سے پوشیدہ ہو گئی ہون —
تم کو میری طرف سے سلام پہونچے (اور افسوس) مجھ سے
اور تم سے دوستی کی رسی منقطع ہو گئی —

دفن واقدی کہتے ہین مین نے عبدالرحمن بن ابی لیلی سے کہا کہ اکثر لوگون کا خیال ہے کہ حضرت فاطمہ کی قبر مقام بقیع مین ہے۔ آپ کا اس بارہ مین کیا خیال ہے۔؟ تو انھون نے جواب دیا کہ مقام بقیع مین وہ دفن نہین کی گئین لیکن وہ دار عقیل مین دفن کی گئین اُن کی قبر اور راستہ کے درمیان تقریباً سات ہاتھ کا فاصلہ ہے[1]۔

شرف فضیلت اس امر مین محدثین کا اختلاف ہے۔ کہ اس امت مین شرف فضیلت کسکو حاصل ہے۔ کسی نے حضرت عائشہ صدیقہ رض کو افضل قرار دیا ہے، کسی نے حضرت فاطمہ رض کو لیکن عام مسلمانون کا اعتقاد یہی ہے کہ حضرت فاطمہ افضل ہین۔

پھر اس امر مین بھی اختلاف ہے کہ حضرت خدیجہ رض افضل ہین یا حضرت عائشہ صدیقہ رض۔

لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ حیثیتین مختلف ہین۔ اولیت اسلام، اور ابتدائی کوششون، اور تصدیق رسالت، اور آنحضرت صلعم کی اعانت و امداد کے لحاظ سے حضرت خدیجہ رض افضل ہین۔ اور علم و عظمت، ذکاوت، ذہانت، عقلمندی کو دیکھتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ رض کا مرتبہ زیادہ ہے۔

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہین کہ حضرت فاطمہ کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ وہ رسول اللہ صلعم کی صاحبزادی ہین لیکن یہ خیال صرف حسن اعتقاد پر ہے۔ اُن کی ذاتی خوبیون کا مجموعہ جو ہر خود اُن کی افضلیت پر دال ہے۔ اسلام نسبی حسبی شرافت کا لحاظ نہین رکھتا، ہاں وہ نیکی خود ایک ایسا وصف ہے جو اپنے معیار کے اعتبار سے ہر خوبی کے لیے کفیل ہو سکتا ہے۔

[1] اصابہ ص ۱۳۲ ج ۸

آنحضرت صلعم نے خود ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رض سے فرمایا کہ تم یہ خیال نہ کرنا کہ میں تمہارا باپ ہوں، آخرت میں تمہاری مدد کرونگا میں بلا اذن کسی کی شفاعت نہ کرونگا تم خود عمل صالح کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اُسی سے امداد چاہو اور یہ سمجھ لو کہ آخرت میں کوئی چیز سوائے عمل صالح کے فائدہ مند نہیں ہے

حضرت اُمامہ رض

نام اُمامہ نام ہے، ان کے والد ماجد حضرت ابو العاص بن ربیع بن عبد العزیٰ تھے، اور والدہ ماجدہ حضرت زینب رض بنت رسول اللہ ہیں[1] ۔

ولادت اپنے نانا آنحضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں پیدا ہوئیں[2] ۔

نکاح آنحضرت صلعم کی حیات مبارک میں جب سن شعور کو پہونچیں تو اُن کی شادی کی فکر ہوئی ۔ چونکہ حضرت فاطمہ کا انتقال ہو چکا تھا اور حضرت فاطمہ کی وصیت بھی یہی تھی کہ میرے بعد حضرت علی اُمامہ سے عقد کریں ۔ اسلیئے حضرت امامہ کا عقد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کر دیا گیا ۔

حضرت امامہ کی شادی کا سر انجام زبیر بن العوام کے ہاتھوں ہوا تھا اسلیئے کہ حضرت ابو العاص نے انھی کو حضرت امامہ کے نکاح کرنے کی وصیت کی تھی[3] ۔

جب حضرت علی سنہ ۴۰ھ میں شہید ہوئے تو اس خیال سے کہ معاویہ حضرت امامہ سے عقد نہ کرلیں ۔ آپ نے مغیرہ بن نوفل کو وصیت کی کہ تم میرے بعد امامہ سے عقد کر لینا چنانچہ حضرت علی کے انتقال اور عدت گذرنے کے بعد مغیرہ بن نوفل سے عقد ہو گیا ۔

---

[1] طبقات صفحہ ۲۶ و اسد الغابہ صفحہ ۴۰۰ و استیعاب صفحہ ۷۲۶ و در المنثور صفحہ ۶۵ ،، [2] ایضاً ،، ۔

[3] اسد الغابہ صفحہ ۴۰۰ و استیعاب صفحہ ۷۲۶ ،، ۔

عام حالات جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خیال مبارک تھا وہی پیش آیا یعنی حضرت معاویہ نے مروان کو خط لکھا کہ امامہؓ کو پیغام دو اور ایک ہزار دینار اس تقریب مین صرف کرو، لیکن جب حضرت امامہ کو یہ خبر پہونچی تو مغیرہ بن نوفل کو اطلاع دی مغیرہ بن نوفل نے فوراً حضرت امام حسن علیہ السلام کی اجازت سے حضرت امامہ سے نکاح پڑھا لیا[1]۔

حضرت امامہ آنحضرت صلعم کو زیادہ محبوب تھین حتیٰ کہ اوقات نماز مین بھی جدا نہ فرماتے تھے۔ نماز پڑھتے وقت شانۂ مبارک پر بٹھا لیتے تھے جب رکوع مین جاتے تو شانہ مبارک سے اُتار دیتے۔ اور جب سجدہ کرکے سر مبارک اُٹھاتے۔ تو پھر کاندھے پر بٹھا لیتے۔ اسیطرح پوری نماز ادا کرتے تھے[2]۔ یہ انتہائی محبت کا تقاضا تھا۔

ایک دفعہ کہین سے تحفہ مین ایک ہار آیا۔ آنحضرت صلعم گھر مین تشریف لائے اور فرمایا یہ ہار مین اسکو دونگا جو میرے اہل بیت مین مجھے زیادہ محبوب ہوگا۔ ازواج مطہرات کو خیال ہوا کہ شاید حضرت عائشہؓ کا حصہ ہوگا لیکن آپ نے حضرت امامہ کو بلایا اور اُنکے گلے مین وہ ہار پہنا دیا[3]۔

بعض روایت سے معلوم ہوتا ہو کہ تحفہ مین ہار نہین آیا تھا بلکہ ایک سونے کی انگوٹھی تھی جو نجاشی نے بھیجی تھی۔ آپ نے وہی حضرت امامہ کو دیدی[4]۔

اولاد مغیرہ بن نوفل کے صلب سے ایک لڑکا یحییٰ پیدا ہوا اور اسی نام سے مغیرہ بن نوفل کی کنیت ابو یحییٰ تھی[5]۔

وفات حضرت امامہ کی آخری زندگی مغیرہ بن نوفل کے ساتھ بسر ہوئی حتیٰ کہ آپ کا انتقال بھی مغیرہ بن نوفل کے گھر مین ہوا[6]۔

---

۱ اسد الغابہ صفحہ ۴۰۲ و استیعاب صفحہ ۷۲۷، وصفحہ ۷۲۸، ۲ صحیح بخاری صفحہ ۷۴ ج ۱ - وطبقات صفحہ ۲۶ و اسد الغابہ صفحہ ۴۰۲ و استیعاب صفحہ ۷۲۷، ۳ اسد الغابہ صفحہ ۴۰۲ و استیعاب صفحہ ۷۲۷، و در المنثور صفحہ ۶۵، ۴ زرقانی صفحہ ۲۲۵ ج ۲ - وطبقات صفحہ ۲۷، ۵ اسد الغابہ صفحہ ۴۰۲ و استیعاب صفحہ ۷۲۷، و در المنثور صفحہ ۶۵، ۶ ایضاً اصابہ صفحہ ۱۲

حضرت لُبابۃ الکبریٰ

نام ان کا نام لبابۃ ہے، الکبریٰ لقب، اور اُم الفضل کنیت ہے، یہ اپنی کنیت کے ساتھ زیادہ مشہور و معروف ہیں، ان کے والد ماجد حارث بن حزن الہلالی تھے، اور والدہ ہند (خولہ) بنت عوف قبیلہ کنانہ سے تھیں[1]۔

نکاح اُم الفضل (لبابۃ) کا نکاح حضرت عباس بن عبدالمطلب سے ہوا۔ (جو کہ آنحضرت کے عم محترم تھے)۔

اسلام اُم الفضل (لبابۃ) خواتین مکّہ میں پہلی خاتون ہیں جو حضرت خدیجہ بنت خویلد (زوجہ نبی صلعم) کے بعد اسلام لائیں[2]۔

ہجرت حضرت عباس بن عبدالمطلب کے اسلام لانے کے بعد حضرت ام الفضل (لبابۃ) نے مدینہ کی طرف ہجرت کی[3]۔

فضل و کمال حضرت ام الفضل (لبابۃ) نے آنحضرت صلعم سے تقریباً تیس[3] احادیث روایت کی ہیں، جنکے اکثر راویوں کے نام یہ ہیں۔ عبداللہ، تمام، انس بن مالک، عبداللہ بن حارث، عمیر، کریب، قابوس[4]۔

خاص خصوصیت آنحضرت صلعم کے قبل و بعد نبوت کسی خاتون کو یہ شرف حاصل نہ تھا کہ آپ کا سر مبارک اپنی گود میں رکھکر بال صاف کرتی۔ کنگھی کرتی یا سرمہ لگاتی اور نہ آنحضرت صلعم اس کو پسند فرماتے لیکن یہ شرف و عزت خصوصیت سے اُم الفضل (لبابۃ) ہی کو حاصل تھا کہ سر مبارک اپنی گود میں رکھکر آپ کے بال صاف کرتیں۔ اور سرمہ لگاتی تھیں[5]۔

عام حالات۔ رسول صلعم اُم الفضل کے گھر اُن کو دیکھنے اکثر تشریف لیجاتے تھے۔ اور یہ

---

[1] طبقات صفحہ ۲۰۲، [2] اسد الغابہ صفحہ ۵۳۹، [3] استیعاب صفحہ ۷۷۶، [4] طبقات صفحہ ۲۰۳، [5] اسد الغابہ صفحہ ۵۴۰، [6] طبقات صفحہ ۲۰۳۔

اُنھی کے گھر دوپہر کے وقت تھوڑی دیر آرام فرماتے تھے[1]۔

اُم الفضل کی حقیقی، وعلاتی، اور اخیافی، کئی بہنیں تھیں اور یہ سب بہنیں خاندان قریش وہاشم کے معزز گھرانوں میں بیاہی گئی تھیں چنانچہ ام الفضل کی حقیقی بہن حضرت میمونہ کو آنحضرت صلعم کے دائرہ ازدواج میں شامل ہونے کا شرف حاصل تھا، اور لبابۃ الکبریٰ (ام الفضل) حضرت عباسؓ کو، سلمیٰ حضرت حمزہؓ کو، اور اسما حضرت جعفر بن ابی طالب سے (جو حضرت علی علیہ السلام کے بھائی تھے)، منسوب تھیں۔ حضرت جعفر بن ابی طالب کے بعد اسماء کا عقد حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ہوا پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے[2]۔

اسی بناپر ام الفضل کی والدہ ہند بنت عوف کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے سمدھیانے کے لحاظ سے بڑی خوش نصیب ہیں، اور اس میں انکا کوئی نظیر نہیں[3]۔

آنحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے کہ ام الفضل، حضرت میمونہ، سلمیٰ، اسماء یہ چاروں مؤمنہ بہنیں ہیں[4]۔

حجۃ الوداع میں ام الفضل نے آنحضرت صلعم کی ہمرکابی میں حج بھی کیا تھا۔ اس موقعہ پر عرفہ کے دن لوگوں کو آنحضرت صلعم کے صائم ہونے میں شک ہوا اور ام الفضل سے اپنا شک ظاہر کیا تو آپنے دودھ کا ایک پیالہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں بھیجا۔ آپنے دودھ پی لیا لوگوں کو تشفی ہوگئی اور اُنکا شبہ دور ہوگیا[5]۔

اُم الفضل عابدہ، زاہدہ تھیں، ہر دوشنبہ وپنجشنبہ کو روزہ رکھتی تھیں[6]۔ ایک دفعہ اُم الفضل نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے اعضائے مبارک میں سے ایک عضو میرے گھر میں ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا و ان شاء اللہ خیراً، فاطمہ کے یہاں لڑکا پیدا ہوگا اور تم اُس کو دودھ پلاؤ گی۔ اور تم اُس کی کفیل ہوگی چنانچہ حضرت فاطمہ کے فرزند ارجمند امام حسین پیدا ہوئے۔ ام الفضل اُن کی کفیل رہیں۔ ایک روز

[1] طبقات صفحہ ۲۰۳ و استیعاب صفحہ ۷۷۹، و اسد الغابہ صفحہ ۵۳۹۔ [2] اصابہ صفحہ ۹۳۸، [3] اصابہ صفحہ ۹۳۶ اسد الغابہ صفحہ ۵۳۹ و استیعاب صفحہ ۷۷۹، [4] اصابہ صفحہ ۹۳۸، و استیعاب صفحہ ۷۷۹، [5] اصابہ صفحہ ۹۳۸ و طبقات صفحہ ۲۰۴ و صحیح بخاری صفحہ ۲۶۷ ج ۱۔ [6] طبقات صفحہ ۲۰۳ و خلاصۃ التہذیب صفحہ ۴۹۵۔

حسین علیہ السلام نے آنحضرت صلعم پر پیشاب کر دیا اُم الفضل نے اُن کو آپ کی گود سے لے لیا اور غصہ سے جھڑکا اور کہا تم نے آنحضرت صلعم پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے فرمایا تم نے میرے بچے کو جھڑک کر مجھے تکلیف دی پھر پانی سے پیشاب دھویا[1]۔

اولاد

اُم الفضل بہ نسبت دیگر خواتین کے اولاد کی طرف سے بہت زیادہ خوش نصیب تھین۔ اُن کی کُل اولادین نہایت قابل تھین۔ ابو الفضل، عبد اللہ، عبید اللہ، معبد، قثم، عبد الرحمن، ام حبیبہ، یہ سب ام الفضل کی باقیات صالحات ہین[2]۔

عبد اللہ بن یزید الھلالی شاعر اُم الفضل کی خوش قسمتی پر فخر و ناز کرتا ہوا یہ شعر لکھتا ہے[3]۔

ما ولدت نجیبۃ من فحل	نہین جنی کوئی شریف زادی کسی شریف مرد سے مثل
کستۃ من بطن اُم الفضل	ان چھ بچّون کے جو اُم الفضل کے بطن سے ہین۔
اکرم بھا من کھلۃ و کھل	کس قدر اچھی ادھیڑ عورت ہے اور وہ کسقدر اچھا ادھیڑ مرد ہے جو کہ
عم النبی المصطفےٰ ذی الفضل	نبی برگزیدہ صاحب فضل اور خاتم الانبیا اور
وخاتم الرُّسل وخیر الرسل	بہترین پیغمبر کے چچا ہین۔

وفات

اُم الفضل نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت مین داعی اجل کو لبیک کہا اُسوقت اُن کے شوہر حضرت عباسؓ زندہ تھے[4]۔

---

[1] طبقات صفحہ ۲۰۳ ، اصابہ صفحہ ۴۰۳ ، [2] طبقات صفحہ ۲۰۳ ، استیعاب صفحہ ۷۶۹ ، [3] اسد الغابہ صفحہ ۵۳۹ ، [4] طبقات صفحہ ۲۰۳ ؛

حضرت فاطمہ رض

نام | فاطمہ نام ہے، ان کے والد قیس بن خالد الاکبر بن وہب تھے، اور والدہ اُمیمہ بنت ربیعہ ہیں قبیلہ کنانہ سے تھیں۔ اور ان کے بھائی ضحاک تھے، فاطمہ اپنے بھائی سے دس سال بڑی تھیں[1]۔

نکاح | ابوعمرو حفص بن مغیرہ سے نکاح ہوا تھا[2]۔

ہجرت | ہجرت کے پہلے دور میں جبکہ عورتوں نے مکہ سے ہجرت کی اُس میں یہ بھی شامل تھیں[3]۔

فضل وکمال | یہ نہایت عقلمند، سمجھدار، ادیبہ، فاضلہ، صائب الرائے، ثاقب الفکر، ذی کمال خاتون تھیں[4]۔ اکثر ثقہ راویوں نے اُن کے حوالہ سے چند احادیث کی روایت کی ہے جنمیں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ شعبی۔ نخعی۔ ابوسلمہ، قاسم بن محمد، ابوبکر بن ابوالجہیم، سعید بن مصعب۔ عروہ، عبد اللہ بن عبد اللہ، اسود، سلیمان بن یسار، عبد الرحمن بن عاصم، تمیم[5]۔

جب حضرت عمر بن الخطاب ۲۳ ہجری میں شہید ہوئے تو مجلس شوریٰ انہی حضرت فاطمہ کے گھر منعقد ہوئی چونکہ فاطمہ ایک عقیلہ، فہیمہ، ذی علم، صائب الرائے خاتون تھیں اسلیے ان سے بھی مشورہ لیا جاتا تھا[6]۔

عام حالات | جبکہ حضرت علی علیہ السلام ۱۰ھ میں یمن کی طرف ایک لشکر لیکر جا رہے تھے اُن کی ہمرکابی میں حضرت فاطمہ کے شوہر ابوعمرو بھی تھے، سدھارتے وقت ابوعمرو نے اپنے وکیل نکاح عیاش بن ابی ربیعہ کی معرفت اپنی بی بی فاطمہ کو آخری طلاق

۱؎ استیعاب صفحہ ۷۷۷ و اسد الغابہ صفحہ ۵۲۶، و در منثور صفحہ ۳۶۲، ۲؎ ایضاً و طبقات صفحہ ۲، ۳؎ اسد الغابہ صفحہ ۵۲۶ و استیعاب صفحہ ۷۷۷، و در منثور صفحہ ۳۶۲، ۴؎ ایضاً، ۵؎ اسد الغابہ صفحہ ۵۲۶، و استیعاب صفحہ ۷۷۷، ۶؎ ایضاً۔

(دو طلاق دے چکے تھے) کہلا بھیجی۔ اور بطور نفقہ پانچ صاع جو، پانچ صاع خرمے بھی بھیجے۔ جب حضرت فاطمہ نے عیاش سے اپنے کھانے اور پینے اور مکان کا مطالبہ کیا تو عیاش نے کہا تمہارے شوہر نے صرف یہ خرمے اور جو دیئے ہیں اور ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ جو کچھ دیا گیا محض احسان و ہمدردی ہے ورنہ اب تمہارا کوئی حق ہمارے ذمہ نہیں ہے فاطمہ کو یہ بات بہت ناگوار گذری اور اپنے کپڑے وغیرہ لیکر آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئیں خالد بن ولید وغیرہ بھی وہاں پہونچے فاطمہ نے یہ سب قصہ آنحضرت صلعم سے بیان کیا آپ نے استفسار فرمایا کہ تم کو ابو عمرو نے کتنی مرتبہ طلاق دی۔ حضرت فاطمہ نے عرض کیا کہ "تین بار"، آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تمہارا نان و نفقہ ابو عمرو پر واجب نہیں اب تم عدت کا زمانہ اُم شریک کے یہاں گذارو لیکن اُم شریک کے اعزہ و اقارب کی آمد و رفت اُن کے مکان میں تھی اس لیئے آپ نے دوبارہ یہ حکم دیا کہ ابن مکتوم نابینا اور تمہارے ابن عم ہیں اسلیئے بہتر ہے کہ تم اُن کے یہاں رہ کر عدت کا زمانہ گذارو۔ چنانچہ حضرت فاطمہ بتعمیل ارشاد آنحضرت صلعم اُن کے یہاں رہنے لگیں جب عدت کا زمانہ منقضی ہوا تو ہر طرف سے لوگوں کے پیغام عقد آنے لگے جس میں امیر معاویہ بن ابی سفیان اور ابو جہم اور اُسامہ بن زید کا بھی پیغام تھا حضرت فاطمہ نے آنحضرت صلعم سے ان پیغاموں کے بارے میں مشورہ کیا آپ نے فرمایا معاویہ فقیر و مفلس ہے۔ اُس کے پاس کچھ نہیں اور ابو جہم جھگڑالو اور سخت مزاج ہے، اُسامہ بن زید ان دونوں سے بہتر ہے چونکہ حضرت فاطمہ کا خیال تھا کہ آنحضرت صلعم اپنے شرف ازدواج سے سرفراز فرمائیں گے اس لیئے انھوں نے اُسامہ بن زید سے عقد کرنے میں تامل کیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تمہیں کیوں عذر ہے، خدا اور رسول کی اطاعت کرو اسمیں تمہارے لیئے بھلائی ہے۔ یہ ارشاد مبارک سن کر اُسامہ بن زید سے نکاح کر لیا۔

حضرت فاطمہ کہتی ہیں کہ میں اس عقد کے بعد لوگوں کے نزدیک قابل رشک بن گئی[1]۔

اخلاق اور حسن و جمال حضرت فاطمہ ایک نہایت نیک، حسین و جمیل خاتون تھیں۔ اور صرف حسن و جمال ظاہرہ ہی سے آراستہ نہ تھیں۔ بلکہ (سونے پر سہاگہ) یہ کہ نہایت شریفانہ عادات و اخلاق و خصائل

---

[1] طبقات صفحہ ۲۰۰ و صفحہ ۲۰۱ و صحیح مسلم صفحہ ۴۸۳ و صفحہ ۴۸۴ و صفحہ ۴۸۶ جلد ایک مسند صفحہ ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳ صفحہ ۴۱۷ جلد ۶۔

اور ستودہ صفات سے بھی مزین تھیں ایک دفعہ اُن کے شاگرد شعبی اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت فاطمہ نے حسب عادت اور عرب کے تمدن و معاشرت و مراسم مروجہ کے مطابق اپنے شاگرد کی ضیافت خرمے اور ستو سے کی[1] یہ آپ کا اخلاق و اخلاص تھا۔

کوفہ میں اقامت

جب حضرت فاطمہ کے شوہر حضرت اسامہ بن زید نے ۵۴ھ میں اس دنیائے فانی سے کوچ کیا تو حضرت فاطمہؓ اس حادثہ جانکاہ سے بہت مغموم و محزون رہنے لگیں اور اس کے بعد پھر دوبارہ نکاح کرنے پر آمادہ نہ ہوئیں۔

عدت گذرنے کے بعد جب یزید نے اپنے زمانۂ امارت میں حضرت فاطمہ کے بھائی ضحاک کو عراق کی گورنری پر مامور کیا تو حضرت فاطمہ کوفہ چلی گئیں، اور اپنے عزیز بھائی کے پاس سکونت پذیر رہیں[2]

ایک واقعہ کی تائید قرآن پاک سے

عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو سعید بن زید کی صاحبزادی منسوب تھیں جب عبداللہ نے اُن کو تین طلاقیں دیدیں تو حضرت فاطمہ چونکہ اُن کی خالہ ہوتی تھیں اس لئے انھوں نے باقتضائے محبت اُنھیں بلا بھیجا کہ تم میرے پاس آجاؤ۔

مروان کو اُن کی [illegible] یہ خبر ملی تو اُس نے قبیصہ (کنیز) کو حضرت فاطمہ کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا کہ عدت سے قبل بلانے کا کیا سبب ہے، حضرت فاطمہ نے جواب دیا کہ میں شریعت کی متبع اور آنحضرت صلعم کے ارشادات کی تعمیل کرنے والی ہوں اس سے قبل میرے واقعہ پر آنحضرت صلعم نے جو حکم دیا تھا وہ یہی تھا [illegible] کے بعد آپنے اپنے واقعہ سے مطلع کیا اور اسکی تائید ان آیات شریفہ سے کی۔ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ

جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو اُن کی عدت کے شروع میں طلاق دو اور طلاق کے بعد سے عدت شمار کرتے رہو۔ اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو (عدت میں) اُن کو اُن کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ خود بھی نہ نکلیں مگر یہ کہ کھلا ہوا (کوئی) بے حیائی (کا کام) کریں تو اُن کا نکالنا [illegible] کوئی مضائقہ نہیں یہ مراجعت کی صورت تھی۔ [illegible] دوسرا حکم یہ ہے کہ

[1] [illegible] [2] [illegible] سورہ طلاق پارہ ۲۸

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ[1] پھر جب عورتیں اپنی عدت پوری کرنے پر آئیں تو (یا تو رجوع کر کے) سیدھی طرح اُن کو اپنی زوجیت میں) رکھے رہو یا سیدھی طرح ان کو رخصت کر دو۔

اس بنا پر تین طلاق کے بعد کسی بات کا احتمال اور شبہ نہیں ہے اور دوسرے تمہارا ذاتی خیال بھی یہ ہی کہ عورت تا وقتیکہ حاملہ نہ ہو اُس کو نان نفقہ نہیں دینا چاہیئے۔ لہذا اب تم کو اُس کے روکنے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے۔

شریعت اسلامی مین طلاق اگرچہ بہت ہی ناپسندیدہ بات ہی لیکن اگر مرد کو مطلقاً اس کا اختیار نہ دیا جائے تو بعض صورتوں میں بڑے بڑے فسادات کا احتمال ہی جیسا کہ دوسری قوموں مین دیکھا جاتا ہے اُن کے مذہب مین طلاق نہین مگر بمجبوری اُن کو اسلامی قاعدے کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہی، اسلام نے طلاق جائز رکھی ہے مگر اس مین بڑی احتیاط کی ہی کہ حتی الامکان طلاق کی نوبت نہ آئے۔ اور اگر آئے تو زن و شو مین کسی کی حق تلفی نہ ہو، اولاً حیض کے دنون مین طلاق کا دینا منع ہے، اس مین مصلحت یہ ہی کہ ان ایام مین میان بیوی چار و ناچار ایک دوسرے سے الگ رہتے ہین۔ تعجب نہین کہ یہ علیحدگی طلاق کی محرک ہوا جس کو طلاق دینا ہو تو ایسی حالت مین کہ عورت غسل سے فارغ ہو جائے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ داعیۂ طلاق قوی ہے۔ پھر طلاق کے بعد عدت ہی اس مین ایک تو نسب کی احتیاط ہی کہ عدت کی مدت مین متواتر تین بار عورت کو دن آجائین گے تو اچھی طرح اطمینان ہو جائیگا کہ حمل سے نہین ہے۔

اگر عورت حمل سے ہو تو اس کی عدت وضع حمل تک ہی عدت مین مرد و عورت کو اچھا موقع دیا گیا ہی کہ تاب کر بین اور مرد اپنی طلاق کو واپس لے جس کو اصطلاح شرع مین رجعت کہتے ہین پھر طلاق مین اسکا بھی لحاظ ہو کہ بے فائدہ اور بلا ضرورت عورت کا وقت عدت مین ضائع۔ ہو اور اُس کو جلدی عدت پوری کرنے کا موقع دیا جائے اسلئے شریعت سورت میں حکم دیا گیا ہی کہ جب عورت حمل کرے اُسوقت اسکو طلاق دیجائے عورت

[1] سورۂ طلاق پارہ ۲۸۔ [2] صحیح مسلم صفحہ ۴۷۷ ج ۱۔ سنن نسائی صفحہ ۹۷ ج ۲۔

حاملہ ہونے کی صورت مین بچے کے دودھ پلانے کا موقع ہی جو اُسکے واسطے شارع نے نہایت عمدہ انتظام کر دیا ہے اور یہ سب احکام اُن آیتون مین صراحت کیساتھ مذکور ہین۔

اسلام مین حکم ہی کہ مطلقہ عورتین عدت کے دن اپنے شوہر ہی کے گھر مین گذارین اس حکم کے مخالف صرف فاطمہ بنت قیس کی شہادت ہی کہ اُن کے شوہر نے اُن کو طلاق دی اور آنحضرت صلعم کے ارشاد سے اپنے شوہر کا گھر چھوڑ کر دوسرے گھر مین جا کر رہین، فاطمہ اس واقعہ کو بیان کرکے اجازت انتقال مکان پر استدلال کرتی تھین (جیسا کہ اپنی بھانجی بنت سعید بن زید کے لیے کیا) حضرت عائشہ صدیقہ کے زمانے مین اس واقعہ کی سند سے ایک معزز باپ نے اپنی مطلقہ بیٹی کو شوہر کے گھر سے بلوالیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ نے اس عام حکم اسلامی کے مخالفت پر سخت اعتراض کیا مروان اس زمانہ مین مدینہ کا گورنر تھا اُس کو کہلا بھیجا کہ تم سرکاری حیثیت سے اس معاملہ مین دخل دو اور نفس مسئلہ کی نسبت فرمایا کہ اس واقعہ سے عام استدلال جائز نہین۔ فاطمہ کا واقعہ یہ تھا کہ فاطمہ کے شوہر کا گھر شہر کے کنارے پر تھا اور رات کو جانورون کا خوف رہتا تھا غیر محفوظ اور خوفناک مقام تھا[۱] اس لیئے آنحضرت صلعم نے اُن کو اجازت دی کہ تم دوسری جگہ عدت کا زمانہ گذار دو۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کی اس روایت سے فاطمہ کا استدلال انتقال مکان پر ایک ضعیف استدلال معلوم ہوتا ہی کیونکہ واقعہ کی نوعیت اور آنحضرت صلعم کا ارشاد مصلحتی اس امر پر مجبور نہین کرتا کہ وہ ایک عام حکم شرعی سمجھا جائے لیکن وہ ایک مخصوص حکم تھا جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کی روایت سے ظاہر ہوا۔

وفات کتب سیر مین حضرت فاطمہ کے سنہ وفات کا پتہ نہین چلتا لیکن حضرت زبیر رضہ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہین[۲]۔

---

[۱] صحیح بخاری باب قصہ فاطمہ بنت قیس۔ [۲] صحیح مسلم صفحہ ۴۸۵ ج ۱۔

حضرت خنساء

نام اصلی نام تماضر ہے لیکن چستی، وچالاکی، اور حُسن و جمال کی وجہ سے خنساء (جس کے معنی ہرنی کے ہیں) کے لقب سے یاد کیجاتی ہیں بہ نسبت نام کے اُن کا لقب زیادہ مشہور ہے، نجد کی رہنے والی تھیں، اُن کے والد کا نام عمرو بن الشرید بن رباح ہے جو قبیلہ قیس کے خاندان سلیم سے تھے[1]۔

نکاح اُن کا پہلا عقد رواحہ بن عبد العزیز السلمی سے ہوا اُسکے انتقال کے بعد دوسرا عقد مرداس بن ابو عامر سے ہوا[2]۔

اسلام جب فتح مکہ سے آفتاب رسالت طلوع ہوا اور اُس کی شعاعیں ایک عالم پر پرتو افگن ہوئیں تو حضرت خنساء کی آنکھیں اُس صداقت پاش نورانیت سے جھپک گئیں، اور وہ اپنی قوم کے چند افراد کے ساتھ مدینہ میں جناب سرور عالم کی بارگاہ نبوت میں شرف اسلام سے بہرہ اندوز ہوئیں[3]۔

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک اُن کے اشعار سنتے رہے اور اُن کی فصاحت و بلاغت پر تعجب فرماتے رہے[4]۔

صبر و استقلال اور بیٹوں کو شرکت جنگ کیلئے ترغیب حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت ۱۶ھ میں جب قادسیہ کی جنگ ہوئی جس میں ایرانیوں نے بڑی طاقت سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا اُس میں حضرت خنساء مع اپنے بیٹوں کے جنگ میں موجود تھیں۔ رات کے وقت بیٹوں کو جنگ میں شرکت کے لئے جو مؤثر تقریر کی تھی وہ یہ ہے[5]۔ ''

---

[1] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۱ و استیعاب [illegible]

[2] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۱ و اصابہ صفحہ ۵۵ و استیعاب صفحہ ۷۲۵ [3] ایضاً [4] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۱ و استیعاب صفحہ ۷۲۵ [illegible]

اے میرے پیارے بیٹو!

تم اپنی خوشی سے اسلام لائے، اور اپنی رضامندی سے تم نے ہجرت کی، اور قسم ہے اُس خدائے لایزال کی جس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں، جس طرح تم اپنی ماں کے شکم سے پیدا ہوئے اسی طرح تم اپنے باپ کے سچے فرزند ہو، اور نہ میں نے تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا و ذلیل کیا، تمہارا نسب بے داغ ہے اور تمہارے حسب میں کوئی نقص نہیں ہے۔

تم جانتے ہو مسلمانوں کے لیئے اللہ تعالی کی جانب سے کفار سے جہاد کرنے میں کس قدر ثواب عظیم ہے۔ اور تم اس کو خوب غور سے سمجھ لو کہ عالم جاودانی کے مقابلہ میں دنیائے فانی ہیچ ہے۔ خداوند تعالی فرماتا ہے "یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ"[۵۱] "مسلمانو! (اُن تکلیفوں کو جو خدا کی راہ میں تم کو پیش آئیں۔) برداشت کرو، اور ایک دوسرے کو صبر کی تعلیم دو، اور آپس میں مل جل کر رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ (آخر کار تم اپنی) مراد کو پہونچو،" جب تم دیکھ لو کہ لڑائی جوش پر آگئی اور اُس کے شعلے بھڑکنے لگے اور اُس کے شرارے میدان جنگ میں منتشر ہونے لگے تو لڑائی میں گھس جاؤ اور خوب لڑو اور خدائے لایزال سے نصرت و فتح کے امیدوار رہو انشاءاللہ عالم آخرت کی بزرگی و فضیلت پر کامیاب ہو جاؤ گے"

جب صبح ہوئی تو یہ نونہالان اسلام، و فدایان ملت، اپنی ماں کی نصیحت پر کاربند رہ کر رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے میدان جنگ میں کود پڑے اور اپنی دلیری و شجاعت کے نہ صرف نقش صفحات تاریخ میں ثبت کر گیئے، بلکہ لوگوں کے دلوں پر اسکا سکہ بٹھا دیا۔ جہانتک ہو سکا راہ خدا میں لڑے آخر میں شہید ہو گئے[۵۲]۔ "ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما" ایسے ہی فدایان ملت کے لیئے مخصوص ہے۔

---

[۵۱] آل عمران پارہ ۴ — [۵۲] اسد الغابہ صفحہ ۳۴۲، واستیعاب صفحہ ۷۴۵، وصفحہ ۷۴۶، ودر المنثور صفحہ ۱۱۱ واصابہ صفحہ ۵۵۱، وصفحہ ۵۵۲ "—

جب خنساء کو یہ خبر وحشت اثر پہونچی تو کہا خدا کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگون کی شہادت کا شرف مجھے بخشا، خدا کی ذات سے اُمید ہے کہ مین ان بچّون سے اللہ تعالیٰ کے سایۂ رحمت مین ملون گی۔[1]

حضرت عمرؓ اُن کے بیٹون کو فی کس دو سَو درہم سالانہ وظیفہ دیتے تھے وہ اُن لوگون کی شہادت کے بعد خنساء کے نام برابر جاری رکھا۔[2]

عام حالات حضرت خنساء کی شاعری کا حال ابتدا مین اس سے زیادہ نہ تھا کہ وہ کبھی کبھی دو تین شعر کہا کرتی تھین۔[3]

لیکن جب قبیلہ بنی اسد سے اُن کے قبیلہ کی لڑائی ہوئی اُس مین اُن کا حقیقی بھائی معاویہ مقتول ہوا اور دوسرا سوتیلا بھائی صخر، ابو ثور الاسدی کے نیزہ سے زخمی ہوا تو حضرت خنساء نے تقریبًا ایک سال تک صخر کی بڑی محنت وجانفشانی سے تیمارداری کی لیکن زخم کاری لگا تھا جانبر نہ ہو سکا اور اپنی چہیتی بہن کو دائمی مفارقت کا داغ دے کر سفر آخرت اختیار کیا۔[4]

خنساء کو اپنے دونون بھائیون سے بہت محبت تھی لیکن صخر کے حلم، بُردباری، سخاوت، شجاعت عقلمندی، حسن، کی وجہ سے اُن سے زیادہ مانوس اور گرویدہ تھین۔[5] اسی وجہ سے خنساء کو صخر کے انتقال سے سخت صدمہ پہونچا۔ اُسی وقت سے اپنے بھائی پر بے نظیر مرثیے کہنے شروع کیے۔[6]

مرثیون مین شدتِ غم وکثرت آلام کا اظہار ایسے دلسوز وجانگداز الفاظ مین کرتین کہ لوگ بیتاب ہو جاتے۔ اور پڑھتے پڑھتے اشکباری کرنے لگتے۔ مرثیے کے چند شعر درج کیے جاتے ہین جن سے اُن کی فصاحت وبلاغت اور جودتِ طبع کی آزمائش ہو سکتی ہے۔

اعینی جودا ولا تجمدا	اے میری دونون آنکھون سخاوت اختیار کرو اور بخیل نہ بنجاؤ۔
الا تبکیان لصخر الندی	کیا تم دونون صخر صاحب سخا پر نہین روتی ہو۔

[1] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۲ و استیعاب صفحہ ۷۴۶ و اصابہ صفحہ ۵۵۲ [2] ایضًا [3] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۲ و استیعاب صفحہ ۷۴۵ و اصابہ صفحہ ۵۵
[4] ایضًا [5] ایضًا و در المنثور صفحہ ۱۱ [6] ایضًا

الاتبکیان الجری الجمیل ؏
الاتبکیان الفتی السید ١ ؏
طویل النجاد عظیم الرماد ؏
وساد عشیرتہ امردا ؏
اذالقوم مدوا بایدیھم ؏
الی المجد مد الیہ یدا ؏
فنال الذی فوق ایدیھم ؏
الی المجد ثم مضی مسعدا ؏
تری المجد یھدی الی بیتہ ؏
یری افضل المجد ان یحمدا ؏
وان ذکر المجد العینة ؏
تازر بالمجد ثم ارتدی[1] ؏

کیا تم ایسے شخص پر جو نہایت دلیر اور خوبصورت تھا نہین روتی ہو کیا تم نہین روتی ہو ایسے شخص پر جو جوان سردار تھا جسکا پرتلہ نہایت دراز تھا اور بلند مکان والا تھا (اور حال یہ ہی) کہ وہ اپنے قبیلہ کا سردار ایسی حالت مین ہو گیا کہ نوعمر بچہ بید اڑھی مونچھ کا تھا جب قوم نے بلند مراتب کے حصول مین کوشش کی تو اُسنے بھی اپنے ہاتھ حصول مراتب کیلئے دراز کیئے پس وہ اس عزت کو پہونچ گیا جو اُن لوگون کے ہاتھون سے بھی اونچی تھی پھر وہ سعادتمندی کی حالت مین گذر گیا بزرگی کو تو دیکھتا ہی کہ وہ اُسکے گھر کا رستہ بتلاتی ہی افضل مجد خیال کرتا ہی کہ وہ اسکی تعریف کرے، اور اگر شرافت اور عزت کا ذکر کیا جائے تو اُسکو یہ حالت مین پائیگا کہ اُسنے عزت کی چادر اُڑھنی (مخصوص کرلی) ہی اور تہ بند باندھ لیا ہی (یعنی اگر عزت و شرافت کا تذکرہ کیا جائے تو بھی وہ سب سے افضل و اشرف رہیگا)۔

زنان عرب کی عادت کے موافق خنساء اپنے مقتول بھائی کی قبر پر صبح و شام جا کر بیٹھتین اور اُس کو یاد کرکے روتین اور مرثیئے پڑھا کرتین۔

یذکرنی طلوع الشمس صخرا
واذکرہ بکل غروب شمس
ولولا کثرۃ الباکین حولی
علی اخوانھم لقتلت نفسی[2]

طلوع شمس مجھکو صخر کی یاد دلاتا ہی (یعنی جب سورج طلوع ہوتا ہی تو صخر کی یاد تازہ ہو جاتی ہے) اور مین ہر روز غروب آفتاب کے وقت اُسکو یاد کرتی ہون اگر رونیوالون کی کثرت اپنے مردون پر میرے ارد گرد نہ ہوتی تو بالضرور مین اپنی جان ہلاک کرلیتی۔

اور دوسری جگہ فرماتی ہین۔

الایا صخران ابکیت عینی

اے صخر اگر تونے میری آنکھون کو رولایا ہی تو کیا ہوا

[1] در المنثور صفحہ ١١٠ [2] در المنثور صفحہ ١١٠ وصفحہ ١١١۔

فقد اضحکتنی زمناً طویلا	اسلئے کہ تونے ایک مدت دراز تک ہنسایا بھی ہے
بکیتک فی نساء معولات	مین روتی ہون تجھپر اُن عورتون کے زمرہ مین جو چیخ چلا کر
وکنت احق من ابدی العویلا	رونیوالی ہین اور مین اُن سے زیادہ مستحق ہون چیخ پکار
دفعت بک الخطوب وانت حیٌّ	کو ظاہر کر رہی ہین مین نے تیری بدولت بہت حوادث کو دفع
فمن ذا یدفع الخطب الجلیلا	کیا اسوقت جبکہ تو زندہ تھا لیکن اب کون ہے کہ
اذا قبح البکاء علی قتیل	میرے اس بڑے حوادث کو دفع کرے گا۔
رأیت بکاءک الحسن الجمیلا	جب کسی مقتول پر رونا برا معلوم ہو تو مین تیرے رونے کو
وانّ صخراً لتأتم الھداۃ بہٖ	بہت اچھا خیال کرتی ہون بڑے بڑے لوگ صخر کی عزت وقدر
کانہ علم فی راسہٖ نار[1]	کرتے ہین گویا کہ وہ ایک پہاڑ ہے جسکی چوٹی پر آگ روشن ہے۔

انھی مرثیون کی بدولت تمام عرب مین خنساء کی شہرت ہوئی اور جو شاعرات شعر و سخن مین یگانہ تصور کی گئی ہین اُن مین خنساء کا درجہ سب سے اول ہے۔

خنساء اکثر حضرت عائشہ صدیقہ رض کی خدمت مین بھی حاضر ہوا کرتی تھین، اُن کے سر پر بالون کا ایک سر بند بندھا ہوا تھا جو عرب مین شدت غم والم کی نشانی سمجھی جاتی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رض نے فرمایا وہ ایسا سر بند اسلام مین منع ہے، خنساء نے کہا یہ تو مجھے نہین معلوم تھا کہ منع ہے یا نہین لیکن اس سر بند کو جو مین استعمال کرتی ہون اس کا ایک خاص سبب ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رض نے استفسار فرمایا وہ کیا سبب ہے، کہا میرے باپ نے جس شخص کے ساتھ میری شادی کی تھی وہ بہت مُسرف تھا اُس نے میرا اور اپنا تمام مال قمار بازی مین صرف کر ڈالا جب مین محتاج و نادار ہو گئی تو میرے بھائی صخر نے اپنے مال کے دو حصے کیے اُن مین سے جو اچھا تھا وہ مجھے دیا میرے شوہر نے پھر تھوڑے ہی دن مین اُس کو بھی تلف کر دیا، میرے بھائی صخر نے میری مفلسی و تنگدستی کو دیکھکر افسوس کیا اور اُسنے پھر اپنے مال کے دو حصے کیے جو عمدہ حصہ تھا وہ منتخب کر کے مجھے دیا اُس کی بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ تم اول خنساء کو اپنا مال دیتے ہو اور وہ بھی منتخب کر کے یہ آخر کب تک ایسا ہوتا رہیگا۔ اور اُس کے

[1] درمنثور صفحہ ۱۱۰ و صفحہ ۱۱۱

شوہر کا یہ حال ہے کہ برابر تمام مال قمار بازی مین خرچ کرتا جاتا ہی - صخر نے اس کے جواب مین شعر پڑھکر سنایا -

والله لا امنحها شرارها | قسم ہی خدا کی مین اسکو بد ترین مال نہین دونگا اور وہ
وهي التي احض علي عارها | عفیفہ ہی میرے لیے اُسکا عار کافی ہی (یعنی مین اسکے لیے عار و ننگ کا لحاظ کرنا میرے لیے کافی ہی) اگر مین مرجاونگا
ولو هلكت خرقت خمارها | تو وہ اپنی اوڑہنی میرے رنج مین پھاڑ ڈالیگی (اور میرے
واتخذت من شعر صدارها | مرنیکے بعد) وہ بالونکا سربند (بجاے اوڑہنی کے) سر پر باندھیگی"

کیونکہ وہ میری موت کے بعد مجھے یاد کرے گی - چنانچہ مین نے اُس کی یادگار مین یہ سربند باندھا ہے[1] -

شاعرانہ فضیلت حقیقتاً اقسام شعر و سخن مین بالخصوص مرثیہ گوئی مین خنسا اپنا جواب نہین رکھتین ، مورخین لکھتے ہین " اجمع اهل العلم بالشعر انه لم تكن امرأة قبلها ولا بعدها اشعر منها " [2] خنسا کو جو خصوصیت ہی وہ یہ ہی کہ تمام علماے عرب کا اتفاق ہی کہ کوئی عورت عرب مین خنسا کے برابر نہ ان سے پہلے نہ بعد شاعرہ ہوئی - [3]

دوسری روایت مین مذکور ہی " وقيل لجرير من اشعر الناس قال انا ولا الخنساء "

جریر شاعر (متوفی سنہ ۱۱۰ھ جو زمانہ خلافت بنی امیہ مین ایک بڑا شاعر تھا) سے لوگون نے پوچھا آدمیون مین سب سے بڑا شاعر کون ہی - جریر نے کہا اگر خنسا کے اشعار نہ ہوتے تو مین دعوی کرتا کہ عرب مین سب سے بہترین شاعر مین ہون "

بشار شاعر (متوفی سنہ ۱۶۷ھ جو عرب کا بہت بڑا شاعر تھا) اُس نے کہا کہ جب مین عورتون کے اشعار غور سے دیکھتا ہون تو اُن مین ایک ایک نقص یا کمزوری ضرور پاتا ہون لوگون نے پوچھا کہ کیا خنسا کے اشعار کا بھی یہی حال ہی اُس نے کہا کہ وہ تو مردون سے بھی بڑھکر ہی [4] -

تمام شعراے عرب نے شاعر عورتون کا سرتاج لیلۃ اخیلیہ کو تسلیم کیا لیکن جب خنسا کے

---

[1] اصابہ صفحہ ۵۵۲ در المنثور صفحہ ۱۱۱ ، [2] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۱ ، و استیعاب صفحہ ۷۴۵ ، و اصابہ صفحہ ۵۵۱ و در المنثور صفحہ ۱۱۱ " [3] در المنثور صفحہ ۱۱۱ ، [4] در المنثور صفحہ ۱۱۱ " -

اشعار کا یہ حال دیکھا تو یہ اس قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ کر دی گئیں۔[1]

زمانۂ جاہلیت میں عام دستور تھا کہ تمام اہل عرب مختلف مقامات پر مجلس منعقد کیا کرتے تھے ایسی مجلسوں کو بجائے مجلس کے میلہ کہنا چاہیے کیونکہ بیع و شری کا بھی بازار گرم رہتا تھا اگرچہ اُن لوگوں کا مقصود حقیقی تبادلۂ خیالات اور شعر گوئی، اور خانگی معاملات، و ملکی امور کا طے کرنا ہوتا تھا ان میں مرد و عورت سب یکساں حصّہ لیتے تھے۔ اس کی ابتدا ربیع الاول یعنی ابتدائے موسم بہار سے ہوا کرتی تھی۔ تمام اہل عرب دور دور سے اپنے کاروبار ترک کر کے ان میلوں میں شریک ہونے آتے تھے، غرہ ربیع الاول میں پہلا میلہ دومۃ الجندل میں منعقد ہوتا تھا اُسکے بعد ہجر کے بازار میں پھر حضر موت کو روانہ ہوتے تھے۔ اسی طرح صنعاء یمن میں۔ کسی مقام پر دس روز کسی میں بیس روز قیام رہتا تھا غرضکہ اسی طرح تمام ملک میں گشت لگانے کے بعد ذیقعدہ کے مہینے میں حج کے قریب آخری میلہ عکاظ میں لگتا تھا۔ جو مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر تھا۔ عرب کے تمام قبائل اور بالخصوص سرداران قبائل لازمی طور سے شریک ہوتے تھے۔ اگر کوئی سردار کسی خاص وجہ سے شریک نہ ہو سکتا تو اپنا قائم مقام ضرور بھیجتا تھا۔ اسی مقام پر اہل عرب کے تمام امور سرانجام پاتے تھے۔ سردار مقرر کیے جاتے قبیلوں کی مخالفت، خانہ جنگیوں کا انسداد، و اصلاح کی جاتی تھی باہمی خونریزی اور لڑائیوں کا فیصلہ ہوتا تھا، اس بازار میں اہل قریش کا وقار و احترام زیادہ تھا ایک قسم کا سرداری اقتدار ان کو حاصل تھا۔ جب تمام معاملات و قضیات کا تصفیہ ہو جاتا تو ہر قبیلہ کے شعرا اپنے اشعار سناتے جس میں اپنی بہادری، اپنے قبیلہ کی خوبیاں، فیاضی احسانات، ہمدردی، دلیری، شجاعت، مہمان نوازی، آباؤ اجداد کے اہم کارنامے، صید و شکار، خونریزی، عشق و محبت کے افسانوں کا ایک سچا فوٹو کھینچتے تھے۔ یہاں ہر شاعر اور مقرر کا درجہ و مرتبہ متعین کیا جاتا تھا۔ یہ بازار اہل عرب کی لیاقت و قابلیت کا ٹکسال تھا، جو جس قابل ہوتا اُسی قابل تسلیم کیا جاتا اور تمام عرب میں اُس کی شہرت ہو جاتی۔

[1] طبقات الشعراء صفحہ ۲۷۔

خنسا بھی اس مجلس مین شریک ہوتی تھین۔ اُن کے مرثیئے بھی یہان لاجواب تسلیم کرلئے گئے تھے۔ اور جب وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوکر آتین تو تمام شعرا اُن کے گرد حلقہ باندھ لیتے اور منتظر رہتے۔ کہ اُن کے اشعار سنین پھر وہ اپنے مرثیئے سناتین۔

خنسا کو اس مجلس شعرا مین یہ امتیاز حاصل تھا کہ اُن کے خیمے کے دروازے پر ایک علم نصب تھا جس پر لکھا ہوا تھا۔ ''ادثی العرب'' یعنی عرب مین سب سے بڑھکر مرثیہ گو''۔

زمانہ جاہلیت مین اچھے اچھے شعرا گذرے ہین لیکن نابغہ ذبیانی جو عرب کا مشہور و ممتاز شاعر تھا جس نے سنہ ۶۰۴ مسیحی مین انتقال کیا وہ اپنی سخنوری کے سبب شہرۂ آفاق ہے اُس کا نام زیاد بن معاویہ ہی اور کنیت ابو امامہ۔ اسکے بارے مین ابو عبیدہ لکھتا ہی ''وھو من الطبقۃ الاولی المقدمین علی سائر الشعراء''۔ کثرت شعر گوئی کی وجہ سے اُس کا لقب نابغہ ذبیانی پڑگیا۔ شعر و سخن مین یہ مانا ہوا اُستاد تھا۔ سوق عکاظ مین اسکے واسطے سرخ خیمہ نصب کیا جاتا تھا، دوسرا شخص سرخ خیمہ نہین نصب کرسکتا تھا کیونکہ یہ وہ عزت تھی جو صرف اُسی شخص کا حق ہوتا تھا جو شاعری مین مسلم الثبوت استاد مان لیا جائے۔ اسکے اشعار نہایت دقیق، اور عجیب طرح کی سنجیدگی اُن مین پائی جاتی ہے اخلاق کی اصلاح و درستی کو یہ لازم جانتا اور خوف خدا مین زندگی تمام کرنا افضل سمجھتا تھا۔ یہ بڑا فیاض صادق القول تھا۔ اسکے قصائد مدحیہ مین حسیتی۔ خوش طبعی، رنگینی، صداقت بیانی، فصاحت و بلاغت، کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اسی بازار عکاظ مین نابغہ کے سامنے تمام شعرا اپنے اپنے اشعار سناکر خراج تحسین حاصل کرتے تھے۔

جب خنسا شریک مجلس ہوئین اور اپنے اشعار سنائے تو نابغہ نے بہت تعریف کی اور خنسا کو بہترین شاعرہ تسلیم کرنے کے لئے یہ الفاظ کہے، ''فانت اشعر من کانت ذات ثدیین ولولا ھذا الاعمی انشد نی قبلک یعنی الاعشی لفضلتک علی شعراء ھذا الموسم فانک اشعر الانس والجن

حقیقتاً تو عورتون مین بڑی شاعرہ ہی اگر میں اس سے قبل اعشیٰ کے اشعار نہ سن لیتا تو تجھکو اس زمانہ کے شعراء پر البتہ فضیلت دیتا پھر بھی تو انس و جن مین بہت بڑی شاعرہ ہی۔

شعر پر ادبی تنقید دنیا مین بہت سے شاعر گذرے اور اُن لوگون نے نمود و شہرت بھی حاصل کی مگر شعرا مین جو فضیلت و عظمت جناب حسّان بن ثابت (متوفی ۵۴ھ مطابق ۶۷۴ء) کو ملی ہی وہ کسی اور کو نصیب نہ ہوئی۔ اور نہ ہو سکتی ہے اُنکا شمار صحابہ اور شعرائے عرب مین ہی۔ جو صحبت رسالتماب سے شرف یاب ہوئے مگر وہ رتبہ جو جناب حسّان کو مبداء فیاض سے عطا ہوا۔ اُنھی پر ختم ہو گیا۔

جناب حسّان مداح رسول دو جہان، اور دربار نبوت کے شاعر تھے۔ آپ کی عمر کے اُنسٹھ سال ضلالت و تاریکی کفر مین گذرے، لیکن ساٹھ سال کی عمر مین مشرف بہ اسلام ہوئے اور اسلام لانے کے بعد اپنی قوت شعر گوئی کو اسلام اور مسلمانون کی خدمت مین صرف کرتے رہے، اُن کے قصائد مین اکثر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح اور اسلام کی تعریف اور کفار کی ہجو، اور غزوات نبوی کا بیان ہے، کلام اُن کا بہت سادہ اور ملیح، اور بندش سہل اور صاف ہی ایک سو بیس سال کی عمر مین وفات پائی۔

نابغہ نے خنساء کے بارہ مین جو فیصلہ کیا اُس سے آپ بہت ناراض ہوئے اور نابغہ سے کہا تم نے بالکل غلط فیصلہ کیا خنساء سے بہتر میرے شعر ہین۔ نابغہ نے خنساء کی طرف اشارہ کیا تو خنساء نے جناب حسّان سے کہا آپ کے جو اشعار بہتر ہون وہ سنائیے جناب حسّان نے اپنا شعر سنایا

لنا الجفنات(۱) الغر(۲) یلمعن(۳) فی الضحیٰ(۴)
واسیافنا یقطرن(۵) من نجدۃ دما

خنساء نے شعر سنکر برجستہ سات سقم نکالے۔

(۱) جفنات جمع قلت ہی بجائے اسکے جفان کہا جاتا تو مفہوم مین وسعت پیدا ہو جاتی،

ع۔ ہماری روشن چمکدار لگنین چاشت کے وقت مین چمکتی ہین اور ہماری تلوارین بلندی سے قطرہ قطرہ خون کو ٹپکاتی ہین ۔

(۲) غرّہ - پیشانی کی سپیدی کو کہتے ہین اسکے مقابلہ مین بیض زیادہ وسیع المعنی ہے -
(۳) یلمعن - ایک عارضی چمک کو کہتے ہین بجائے اسکے یشرقن کہا جاتا تو بہتر تھا، کیونکہ اشراق لمعان سے زیادہ پائدار ہے -
(۴) ضحیٰ - کے بجائے دجیٰ کہا جاتا تو زیادہ مناسب تھا کیونکہ روشنی سیاہی مین زیادہ قابل وقعت ہوتی ہے -
(۵) اسیاف - جمع قلت ہے سیوف کا استعمال انسب تھا -
(۶) یقطرن - کے بجائے یسلن سے معنی زیادہ وسیع ہو جاتے ہین کیونکہ خون کا سیلان قطرہ قطرہ ہو کر ٹپکنے سے زیادہ موثر ہے -
(۷) دم - کے مقابلہ مین دماءٌ بہتر تھا کیونکہ یہ جمع ہے اور وہ واحد ہے -
جناب حسّان یہ سنکر خاموش ہو رہے اور ان اعتراضات کا جواب نہ بن پڑا[1]۔ اس مناظرہ یا تنقید شعر سے یہ مقصد نہ تھا کہ حضرت حسّان کی وقعت و عزت، عظمت مین کسی قسم کی کوئی کمی پیدا ہو - لیکن اس وقت اور اس موقع پر ایک خاتون کے جذبات سلیمہ جودت طبع و ذہانت کا امتحان، مطمح نظر تھا -
الغرض شاعری کے لحاظ سے خنساء کا مرتبہ طبقہ دوم کے شعرائے عرب مین سب سے بلند ہے اُن کا دیوان بہت ضخیم ہے جو ۱۸۸۸ء مین بیروت مین طبع ہوا اسی دیوان مین خنساء کے ساتھ ساٹھ عورتون کے اور بھی مرثیے شامل ہین جو ۱۸۸۹ء مین اُسکا فرنچ زبان مین ترجمہ ہو کر دوبارہ طبع ہوا - اُن کا دیوان ادیبون اور شاعرون مین بہت مقبول ہے اور وہ عرب شاعری کا ایک بیش بہا ہیرا سمجھا جاتا ہے -
اولاد خنساء کے بطن سے شوہر اول سے صرف ایک لڑکا عبد اللہ پیدا ہوا اور دوسرے شوہر سے دو لڑکے - یزید - معاویہ - اور ایک لڑکی عمرہ پیدا ہوئی[2] -
وفات جنگ قادسیہ کے کم و بیش سات سال بعد ۲۴ ہجری مین راہگرائے فردوس

[1] ماخوذ از در المنثور، [2] در المنثور صفحہ ۱۱۱ -

برین ہوئین ۔

اور بعض کتب تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان کے زمانہ خلافت مین ایک جنگل و بیابان مین اُنھون نے انتقال کیا[1] ۔



حضرت اسمار

نام اسمار نام ہے، قبیلہ خثعم سے تھین، ان کے والد کا نام عمیس بن معد بن تمیم بن حارث تھا۔ اور والدہ ہند (خولتہ) بنت عوف قبیلہ کنانہ سے تھین[2]۔

نکاح جعفر بن ابی طالب سے نکاح ہوا[3]۔

اسلام مکہ مین آنحضرت صلعم کے خانہ ارقم مین مقیم ہونے سے قبل مسلمان ہوئین، اور نبی صلعم سے شرف بعیت حاصل کیا[4] کم و بیش یہی زمانہ ان کے شوہر جعفر بن ابی طالب کے اسلام کا ہے[5]۔

ہجرت حضرت اسمائے نے اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب کے ہمراہ حبش کی طرف ہجرت کی وہان ان کے تین لڑکے محمد ۔ عبد اللہ ۔ عون، پیدا ہوئے[6]۔

عام حالات حبش مین چند سال قیام کرنے کے بعد ۷ ہجری مین جبکہ خیبر فتح ہوا مدینہ آئین پھر حضرت حفصہ کے گھر گئین اتنے مین حضرت عمرؓ بھی آگئے، دریافت کیا یہ کون ہین ۔ جواب ملا ۔ اسمار ۔ حضرت عمرؓ نے کہا ہان وہ حبش والی اور سمندر والی، حضرت اسمار نے کہا جی ہان وہی ۔ حضرت عمرؓ نے حضرت اسما سے کہا ہم کو تم پر فضیلت ہے اسلئے کہ ہم مہاجر ہین

---

[1] درمنثور صفحہ ۱۱۴ [2] اسد الغابہ صفحہ ۳۹۵ ، [3] طبقات صفحہ ۲۰۵ و استیعاب صفحہ ۷۲۵ ، [4] طبقات صفحہ ۲۰۵ جلد ۸ ۔ [5] سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۳۶ [6] طبقات صفحہ ۲۰۵ و استیعاب صفحہ ۷۲۵ ،، ۔

حضرت اسمارؓ کو یہ فقرہ سنکر بہت غصہ آیا۔ اور کہا جی ہان آپ سچ فرماتے ہین اور حال یہ ہی کہ آپ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے آپ بھوکون کو کھانا کھلاتے، اور جاہلون کو تعلیم دیتے تھے اور ہم کس مپرسی کی حالت مین دور و دراز مقامون مین خدا اور رسول کی رضاجوئی کے لیئے پڑے رہے اور سخت سے سخت مصائب کا مقابلہ صبر و استقلال کے ساتھ کرتے رہے۔

پھر اس عرصہ مین آنحضرت صلعم بھی تشریف لے آئے حضرت اسمارؓ نے آپ سے یہ ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا اُنھون نے ایک ہجرت کی اور تم نے دو ہجرتین کین اس اعتبار سے تم کو زیادہ فضیلت ہے آپ کے اس ارشاد سے حضرت اسمارؓ اور دیگر مہاجرین کو اس قدر خوشی ہوئی کہ دنیا کی تمام فضیلتین ہیچ ہوگئین۔ حضرت اسمارؓ کے پاس مہاجرین حبشہ آتے تھے اور اس واقعہ کی حقیقت دریافت کرتے تھے[1]

جمادی الاول ۸ہجری غزوہ موتہ مین حضرت جعفرؓ شہید ہوئے جب آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ حضرت اسمارؓ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا جعفرؓ کے لڑکے کہان ہین میرے پاس لاؤ حضرت اسمارؓ لڑکون کو آپ کی خدمت اقدس مین لائین۔ آپ ان یتیم بچون کو دیکھکر غمگین و آبدیدہ ہوئے۔

حضرت اسمارؓ آنحضرت صلعم کے آبدیدہ ہونے سے پریشان ہوئین اور دریافت کیا یا رسول اللہ کیا جعفرؓ کی کوئی خبر آئی ہے آپ نے فرمایا ہان وہ خدا کی راہ مین شہید ہوگئے۔

حضرت اسمارؓ یہ جانگداز خبر سنکر چیخ اُٹھین اور گھر مین قیامت برپا ہوگئی۔ تمام مستورات حضرت اسمارؓ کے پاس جمع ہوگئین اور حضرت اسمارؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلعم فرماتے ہین کہ نہ سینہ ہاتھون سے کوٹو۔ اور نہ بین کرو۔ پھر آنحضرت صلعم گھر تشریف لائے اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ جعفرؓ کے بچّون کے لیئے کھانا تیار کرو کیونکہ آج اسمارؓ رنج و غم مین مبتلا ہین[2]

---

[1] صحیح بخاری صفحہ ۶۰۷ و صفحہ ۶۰۸ ج ۲ و طبقات صفحہ ۲۰۵ جزو ۸۔ [2] طبقات صفحہ ۲۰۵ و صحیح بخاری صفحہ ۶۰۷ و صفحہ ۶۰۸ ج ۲۔

اس کے بعد آنحضرت صلعم مسجد مین جاکر مغموم و محزون بیٹھے اور حضرت جعفر رض کی شہادت کا اعلان کیا اسی اثنا مین ایک شخص بارگاہ نبوت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ جعفر رض کی مستورات ماتم کر رہی ہین اور رو رہی ہین آپ نے فرمایا جاکر اُن لوگون کو منع کر دو پھر وہ آدمی آیا اور عرض کیا کہ حضور وہ اس فعل سے باز نہین آتین آپ نے ارشاد فرمایا اُن کے منھ مین خاک بھر دو۔ صحیح بخاری مین یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ رض نے اُس آدمی سے کہا کہ خدا کی قسم اگر تم ایسا نہ کروگے (یعنی منھ مین خاک نہ بھروگے) تو آنحضرت صلعم کو اس تکلیف و پریشانی سے کبھی چھٹکارا نہ ہوگا[۱]۔

تیسرے دن آنحضرت صلعم حضرت اسماء کے گھر تشریف لائے آپ نے سوگ کی ممانعت فرمائی[۲]۔

حضرت جعفر رض کی شہادت کے چھ مہینے بعد شوال ۸ھ ہجری غزوہ حنین کے زمانہ مین حضرت اسماء کا عقد حضرت ابوبکر رض سے ہوا[۳]۔

دو برس کے بعد ماہ ذیقعدہ ۱۰ھ مین حضرت ابوبکر کے صلب سے اُن کے فرزند محمد پیدا ہوئے اسوقت حضرت اسماء حج کی غرض سے مکہ آئی تھین اور چونکہ اسی زمانہ مین مقام ذوالحلیفہ مین محمد کی ولادت ہوئی۔ حضرت اسماء متردد ہوئین کہ اب حج کیونکر ادا کرون اس لیے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ اب مین کیونکر حج کر سکتی ہون آپ نے فرمایا غسل کرکے احرام باندھ لو[۴]۔

۱۳ھ مین حضرت ابوبکر کی وفات ہوئی آپ نے وصیت کی کہ میری بیوی اسماء مجھکو غسل دین چنانچہ وصیت پوری کی گئی[۵]۔

حضرت ابوبکر رض کی وفات کے وقت اُن کے صاحبزادے محمد کی عمر تقریباً تین سال کی تھی[۵] آپ کی وفات کے بعد حضرت علی رض کے نکاح مین آئین۔ محمد بن ابی بکر بھی اپنی والدہ کے ہمراہ آئے اور حضرت علی رض کے آغوش عاطفت مین فخر تربیت حاصل کیا۔ ایک دن عجیب واقعہ گذرا محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی جعفر رض دونون باہم فخر کرتے تھے اور ایک دوسرے پر اپنی فضیلت کو ترجیح دیتے تھے اور کہتے تھے ہم تم سے زیادہ معزز و ممتاز ہین اور ہمارے باپ تمہارے باپ سے زیادہ بہتر تھے بڑی دیر تک یہ

---

[۱] صحیح بخاری صفحہ ۱۷۶ ج ۲، [۲] مسند صفحہ ۳۶۹ ج ۲ ـ [۳] اصابہ صفحہ ۱ ج ۸ ـ [۴] طبقات صفحہ ۲۰۸ و ۲۰۹ ج ۸ ـ تاریخ ام صفحہ ۳۸۵ و ۳۹۴ ج ۱ و اصابہ صفحہ ۹ ج ۸ ـ [۵] اصابہ صفحہ ۹ و طبقات صفحہ ۲۰۸، [۶] طبقات صفحہ ۲۰۸۔

مناقشہ دونون مین جاری رہا حضرت علیؓ نے اپنی بیوی (اسماء) سے کہا تم اسکا فیصلہ کردو حضرت اسماء نے کہا مین نے نوجوانان عرب مین جعفر سے بہتر کسی کو نہ پایا اور بوڑھون مین ابو بکر سے اچھا کسی کو نہ دیکھا جب یہ فیصلہ حضرت اسمائؓ نے کر دیا تو حضرت علیؓ نے کہا تم نے ہمارے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا[۱]۔

حضرت علیؓ کے صلب سے ایک فرزند یحییٰ پیدا ہوئے[۲] محمد بن عمرو سے مروی ہے کہ حضرت علی کے صلب سے دو لڑکے یحییٰ اور عون پیدا ہوئے[۳] لیکن اول الذکر روایت صحیح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ اکثر ارباب سیر کا اتفاق اسی پر ہے۔

حکمت مین دخل آنحضرت صلعم جب مرض الموت مین مبتلا ہوئے تو حضرت ام سلمہ اور حضرت اسماء نے آپ کا مرض ذات الجنب تشخیص کر کے آپ کو دوا پلانا چاہی چونکہ آپ دوا کے عادی نہ تھے آپ نے انکار کر دیا اسی اثنا مین آپ پر غشی طاری ہوگئی حضرت ام سلمہ اور حضرت اسماء نے اسوقت کو غنیمت سمجھا اور دہان مبارک کھولکر دوا چھوڑ دی تھوڑی دیر کے بعد آپ کی غشی دور ہوئی تو آپ کو کچھ افاقہ کا احساس ہوا۔ آپنے فرمایا اس تدبیر کا مشورہ اسمانے دیا کیون نہ ہو وہ حبشہ سے یہی حکمت اپنے ساتھ لائی ہین[۴]۔

صبر و استقلال ۳۸ھ ہجری مین جبکہ حضرت اسماءؓ کے لخت جگر محمد بن ابی بکرؓ مصر مین شہید ہوئے اور لوگون نے اُن کی نعش بیدردی سے گدھے کی کھال مین جلائی تو حضرت اسمائؓ کے لئے اس سے زیادہ تکلیف دہ واقعہ اور دردناک سین کیا ہو سکتا تھا۔ اگرچہ اُن کو غصہ آیا، اور قلب کو سخت تکلیف پہونچی لیکن نہایت صبر و شکر کے ساتھ ثابت قدم رہین اور اپنے کلیجہ پر ضبط و استقلال کی سل رکھکر خدائے لایزال کی بارگاہ مین مصلے پر کھڑی ہو گئین[۵]۔

فضل و کمال حضرت اسماءؓ سے ایک سو ساٹھ احادیث مروی ہین جن کے راویون کے نام یہ ہین حضرت عمرؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ، عبد اللہ بن جعفرؓ، ابن عباسؓ

[۱] طبقات صفحہ ۲۰۵، و اصابہ صفحہ ۹، [۲] استیعاب صفحہ ۷۲۵، و اسد الغابہ صفحہ ۳۹۵، [۳] طبقات صفحہ ۲۰۸، [۴] صحیح بخاری صفحہ ۸۵۱ جلد ۲ و طبقات صفحہ ۱۰ و ۲۰۶ جلد ۲۔ و مسند شریف صفحہ ۴۳۸ جلد ۶۔ [۵] اصابہ صفحہ ۹ جلد ۸۔

قاسم بن محمد رض، عبداللہ بن شداد، ابن الماد، عروہ، ابن سیب، ام عون بنت محمد بن جعفر فاطمہ بنت علی، ابو یزید مدنی"۔

حضرت اسمار آنحضرت صلعم سے بلا توسط تعلیم حاصل کرتی تھیں، اور آنحضرت صلعم نے حضرت اسمار رض کو ایک دعا مصیبت و تکلیف کے وقت پڑھنے کو بتائی تھی[1]۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے حضرت جعفر کے بچوں کو دُبلا لاغر دیکھا آپ نے حضرت اسمار سے پوچھا یہ بچے اسقدر دُبلے کیوں ہیں حضرت اسمار نے عرض کیا حضور ان بچوں کو نظر بہت لگتی ہے آپ نے فرمایا تم جھاڑ پھونک دیا کرو۔ حضرت اسمار رض کو ایک منتر بھی یاد تھا، وہ آنحضرت صلعم کو سنایا آپ نے فرمایا اچھا یہی سہی[2]۔

حضرت اسمار خواب کی تعبیر میں بھی دخل رکھتی تھیں چنانچہ حضرت عمر رض بھی اکثر اُن سے خواب کی تعبیر لیتے تھے[3]۔

وفات سنہ ۴۰ھ میں حضرت علی علیہ السلام کی شہادت ہوئی۔ کم و بیش اسی زمانہ میں اسمار رض نے بھی دنیا کو خیر باد کہا[4]۔



[1] مسند شریف صفحہ ۳۶۹ ج ۶ - [2] صحیح مسلم صفحہ ۲۲۳ ج ۲ - [3] اصابہ صفحہ ۹، [4] خلاصۃ التہذیب صفحہ ۴۸۸۔

حضرت اسمار

بنت ابی بکر

نام اسمار نام ہی، حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی صاحبزادی ہین، اُن کی والدہ محترمہ کا نام قتیلہ تھا (جو قریش کی ایک مشہور و معزز سردار عبد العزیٰ کی بیٹی تھین) اور عبد اللہ بن ابی بکر رضؓ ان کے حقیقی بھائی تھے[1] حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ ان کی سوتیلی بہن تھین[2] جو عمر مین اُن سے چھوٹی تھین[3]

لقب ان کا لقب ذات النطاقین، تھا اس لقب کی وجہ تسمیہ یہ ہی۔

جب آنحضرت صلعم کو کفار مکہ نے بہت دق کیا اور ہر قسم کی ایذائین دینے لگے حتی کہ قتل کرنے پر آمادہ ہوئے تو آپ نے مکہ کو خیرباد کہکر مدینہ منورہ کی طرف جانے کا قصد کیا۔ حضرت ابوبکر رضؓ بھی آپ کے ہم خیال اور رفیق صحبت ہوئے۔ رات کو یہ دونون حامیان اسلام، و بزرگان دین مکہ سے تھوڑے فاصلہ پر جبل ثور کے ایک غار مین مقیم ہوئے تاکہ کفار کے تعقب سے محفوظ رہین تین دن اُسی غار مین مقیم رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو اسی وجہ سے یار غار کہتے ہین۔ کفار چارون طرف آپ کی تلاش مین گھوڑے دوڑاتے رہے، بارہا اسی غار کے منھ پر گذرے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس غار مین محفوظ رکھا چونکہ اس غار کے منھ پر مکڑی نے جالا لگا دیا تھا۔ اور خدا کا یہ مخصوص انعام اپنے محبوب پر تھا، اسوجہ سے وہ کفار بالکل اندھے ہوگئے تھے حالانکہ بارہا غار کے منھ پر سے گذرے لیکن تمیز نہ ہوئی یہ سب خدا کا فضل و کرم اور رسول صلعم کا معجزہ تھا حضرت اسمار بنت ابی بکر رضؓ روزانہ رات کو پوشیدہ طریقہ سے کھانا لیجاتین اور کھانا کھلا کر واپس چلی آتی تھین، اور اُن کے بھائی عبد اللہ جو ابتک مسلمان نہین ہوئے تھے دن بھر کافرون کے ارادون اور

---

[1] طبقات صفحہ ۱۵۲، [2] درالمنثور صفحہ ۳۳ و اسد اصابہ صفحہ ۹۲، [3] اسد الغابہ صفحہ ۱۳۲،

مشورون کا پتہ لگایا کرتے تھے اور رات کو غار مین ہوپنچکر تمام باتون کی اطلاع کیتے تھے (عامر (جو حضرت ابو بکرؓ کا چروا ہا تھا) رات کو اُن کی بکریان غار کے منھ پر لیجاتا تھا اور بقدر ضرورت دودھ دیکر چلا آتا تھا (حضرت اسمار اور اُن کے بھائی عبد اللہ کے نقش قدم کو اپنی بکریون کے کھرون سے مٹا دیتا تھا تاکہ کفار کو اس کے ذریعہ سے غار کا سراغ نہ لگ جائے۔ آخر کار کفار تھک کر بیٹھ گئے مگر کسی قدر اُمید باقی تھی تو اُنھون نے سو اونٹ کا انعام اس شخص کے لیے مقرر کیا جو نبی صلعم کو گرفتار کرکے لائے، تیسرے دن رات کو جب اسمار کھانا لیکر گئین تو آپ نے اُن سے فرمایا کہ تم علی سے جاکر کہدینا کہ کل رات کے وقت ہمارے لیے اونٹ اور ایک راہبر تلاش کرکے اسی غار پر لے آؤ حضرت علی علیہ السلام نے ایسا ہی کیا حضرت اسمار بھی دو تین روز کا زادراہ تیار کرکے لے گئین ناشتہ اور پانی کا مشکیزہ باندھنے کی ضرورت ہوئی تو اُسوقت جلدی مین کوئی رسی کا ٹکڑا نہ ملا تو اُنھون نے جلدی سے اپنا نطاق (جو عرب کی عورتین عموماً کمر سے قمیص پر ایک رومال باندھتی ہین اُس کو نطاق کہتے ہین) کمر سے کھول کر دو ٹکڑے کیے ایک سے ناشتہ اور دوسرے سے مشکیزہ کا دہانہ باندھا۔ اُسپر دربار نبوت سے ذات النطاقین کا لقب ملا[۱]۔

باوجودیکہ تیرہ سو اکتالیس سال گذر چکے ہین لیکن بارگاہ نبوت کا عطا کیا ہوا لقب زندہ ہے اور حضرت اسمار آجتک صفحات تاریخ مین اسی نام سے یاد کیجاتی ہین۔"

ولادت ہجرت سے ستائیس سال پہلے مکہ مین پیدا ہوئین اُس وقت اُن کے والد بزرگوار ابو بکر صدیق رضؓ کی عمر شریف تقریباً بیس سال کی یا اس سے کچھ زائد تھی[۲]۔

نکاح حضرت زبیر بن العوام سے شادی ہوئی[۳] (جو آنحضرت صلعم کے پھوپھی زاد بھائی تھے)

اسلام یہ بڑی جلیل القدر صحابیہ تھین مکہ مین اسلام لائین، اور آنحضرت صلعم سے شرف بیعت حاصل کیا[۴]۔ ان کا شمار سابقین اولین مین ہے کیونکہ یہ سترہ آدمیون کے بعد

---

[۱] طبقات صفحہ ۱۸۲ و اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲ و استیعاب صفحہ ۷۲۴ و درالمنثور صفحہ ۳۳ [۲] اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲ [۳] بشرح صدر ایضاً و اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲ [۴] بشرح صدر

مشرف بہ اسلام ہوئین[1]۔

ہجرت آنحضرت صلعم، اور حضرت ابوبکرؓ جب مدینہ منورہ پہونچ گئے اور ہر طرف سے اطمینان ہو گیا تو مستورات کو مکہ سے بلانے کی تجویز ہوئی چنانچہ آنحضرت صلعم نے زید بن حارثہ اور اپنے غلام ابو رافع کو مکہ بھیجا حضرت ابوبکرؓ نے بھی اپنا ایک آدمی بھیجدیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے عبد اللہ اپنی ماں اور اپنی دونوں بہنوں (عائشہؓ و اسماءؓ) کو لیکر مکہ سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے[2]

حضرت اسماءؓ جب مقام قباء مین پہونچین تو عبد اللہ بن زبیر کی ولادت ہوئی[3] حضرت اسماءؓ اپنے لخت جگر کو آنحضرت صلعم کے پاس لائین آپ نے گود مبارک مین لیکر گھٹی پلائی اور دعائے خیر سے سرفراز فرمایا[4]۔

یہ پہلی ولادت باسعادت ہی جو ہجرت کے بعد اسلام مین ہوئی[5]۔

اولاد حضرت اسماءؓ کے بطن سے حضرت زبیر بن العوامؓ کے پانچ صاحبزادے ہوئے۔ عبد اللہ، عروہ، منذر، عاصم، مہاجر، اور تین صاحبزادیان، خدیجۃ الکبریٰ، ام الحسن، عائشہ یہ سب انھی کی یادگار ہین[6]۔

عام حالات حضرت اسماءؓ نہایت متواضع، اور منکسر المزاج تھین، محنت و مشقت مین بالکل عار نہ تھا، چنانچہ حضرت اسماءؓ خود اپنے شوہر حضرت زبیر بن العوام کی بے بضاعتی و تنگدستی، اور اپنی اہم ذمہ داریان اور اہم فرائض خانہ داری کی انجام دہی کی داستان اپنے زبان قلم سے اس طرح بیان کرتی ہین۔

جب میری شادی حضرت زبیر بن العوام سے ہوئی اُسوقت اُن کے پاس نہ مال تھا نہ کوئی غلام، بیحد تنگدست فقیر و مفلس تھے ایک گھوڑا اور ایک اونٹ تھا، مین ہی اُس کی سائیسی کی خدمت انجام دیتی تھی اور اونٹ کی بھی، خبر گیری کرتی تھی، آنحضرت صلعم نے ایک قطعہ نخلستان کا حضرت زبیر کو عطا فرمایا تھا، جو مدینہ سے تین فرسخ کے فاصلہ پر تھا وہان سے روزانہ کھجور کی گٹھلیان چُن کر اور اپنے سر پر اُٹھا کر گھر تک لاتی تھی۔ اور پھر خود ہی دلتی، اور

---

[1] اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲ در منثور صفحہ ۳۳، [2] طبقات صفحہ ۱۸۳، [3] اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲ و استیعاب صفحہ ۷۲۴، [4] صحیح بخاری صفحہ ۵۵۵ ج ۱ [5] در منثور صفحہ ۳۳ و ۳۴، [6] طبقات صفحہ ۱۸۲،

گھوڑے کو کھلاتی، پانی بھرتی، ڈول سیتی، اور گھر کا جو کچھ کام ہوتا وہ بھی کرتی، چونکہ مجھے اچھی طرح روٹی پکانا نہیں آتی تھی اسلیئے میں آٹا گوندھ کر رکھدیتی تھی میرے پڑوس میں انصار کی بیویاں جو نہایت خلوص و محبت رکھنے والی اور دوسروں کا کام کرکے خوش ہونیوالی عورتیں تھیں وہ میری روٹیاں پکادیا کرتی تھیں غرضکہ روزانہ انھیں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ایک روز میں حسب معمول نخلستان سے کھجور کی گٹھلیاں سر پر لادے لا رہی تھی کہ راستہ میں آنحضرت صلعم سے شرف اندوز ملاقات ہوئی۔ آپ کی ہمرکابی میں اور صحابہ بھی تھے آپنے اونٹ کو روک لیا تاکہ میں بیٹھ جاؤں لیکن میری شرم و حیا نے اجازت نہ دی کہ میں سوار ہو سکتی۔ جب آپ کو خیال ہوا کہ شاید شرم کی وجہ سے نہیں بیٹھتی تو آپ تشریف لے گئے میں اپنے گھر آئی اور اپنے شوہر سے یہ سرگذشت بیان کی تو اُنھوں نے کہا خدا جانتا ہے تمھارے سر پر گٹھلیاں لادنا میرے لیئے اُن کے ساتھ بیٹھنے سے زیادہ سخت ہے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد میرے باپ نے میرے پاس ایک غلام بھیجدیا جسکی وجہ سے گھوڑے کی سائیسی سے مجکو نجات ملی میری مصیبتوں میں کمی کو نکلی ہو گئی۔ اُنھوں نے غلام کیا بھیجا گویا مجھے آزاد کیا[1]

جب حضرت ابو بکر الصدیق رضہ اسلام لائے اُسوقت اُن کے پاس تقریباً ایک لاکھ روپئے تھے یہ تمام دولت مذہب و ملت کے خاطر اور آنحضرت صلعم کی امداد میں صرف کردی ہجرت کیوقت اُن کے پاس صرف ڈیڑھ ہزار روپئے باقی تھے، وہی رقم لیکر مکہ سے ہجرت کرکے چلے گئے اور بال بچوں کو اللہ کی امان میں چھوڑا۔

حضرت اسماء جب اپنے والد بزرگوار کو رخصت کرکے گھر واپس آئیں تو صبح کو ابو قحافہ (جو حضرت اسماء کے دادا تھے اور ابھی تک مسلمان نہ ہوے تھے) اُن کے گھر آئے (بہت بڈھے اور آنکھوں سے معذور تھے) بڑے رنج کے ساتھ کہنے لگے نہایت افسوس ہے کہ ابو بکر خود بھی چلے گئے اور تمام مال بھی اپنے ساتھ لیگئے اُنھوں نے مالی و جانی تکلیف دی حضرت اسماء نے فوراً اُنکے قلب کو تسکین دینے کے لیئے ایک تھیلی میں کچھ کنکر پتھر بھرکر اُسی طاق میں رکھدیا جسمیں حضرت ابو بکر کے

---

[1] طبقات صفحہ ۱۸۲ و صفحہ ۱۸۳ و صحیح بخاری صفحہ ۷۸۶ ج ۲ - ۰۰

روپئے رکھے رہتے تھے اور اُن سے کہا دادا میان ابا نے بہت کچھ ہم لوگون کے لیئے چھوڑ دیا ہے اور اُن کا ہاتھ اُس طاق مین لیجا کر رکھدیا۔ ابو قحافہ نے ٹٹولا تو سمجھے حقیقت مین وہ مال چھوڑ گئے ہین دل کو اطمینان ہو گیا کہنے لگے خیر پھر تو کچھ حرج نہین حضرت اسمأ فرماتی ہین کہ یہ مین نے صرف اُن کی تسلی کے لیئے ایسا کیا تھا ورنہ حقیقتاً گھر مین ایک حبہ بھی نہ تھا[1]۔

جب کبھی ان کے سر مین درد ہوتا تو اپنے سر کو ہاتھ سے پکڑ کر کہتین خدایا اگرچہ مین بہت گناہگار ہون لیکن تیری شان غفاری ہے[2]۔

ایک دفعہ ان کی گردن ورم کر آئی آنحضرت صلعم نے دست مبارک سے سہلا دیا اور فرمایا خدا تمہاری اس تکلیف کو دور کرے[3]۔

حضرت اسمأ کم مائیگی اور تنگدستی کی وجہ سے امور خانہ داری مین ہر شئی کی قدر کرتی تھین اسی لیئے ہر چیز کو ناپ تول کر خرچ کرتی تھین آنحضرت صلعم نے انکو منع فرمایا کہ ناپ تول کر خرچ نہ کیا کرو ورنہ خدا تعالٰی بھی تول کر دیگا۔ اُنھون نے یہ عادت چھوڑ دی چند روز کے بعد اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ آمدنی کی کثرت ہو گئی اور تمام عمر خوشحالی اور فراغبالی سے گذری[4]۔

چونکہ حضرت اسمأ ایک راسخ الاعتقاد مسلمان خاتون تھین اسلیئے مشرکین کی بہت زیادہ دشمن تھین ایک مرتبہ اُن کی والدہ قتیلہ کچھ تحفے تحائف لیکر دیکھنے کو آئین چونکہ وہ اُسوقت مشرکہ تھین اسوجہ سے اُنھون نے نہ تحفے قبول کیئے اور نہ اُن کو اپنے گھر مین ٹھہرایا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ آنحضرت صلعم سے دریافت کر لیجئے کہ اس موقع پر مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تحفے قبول کر لو اور اُن کو اپنے مکان مین مہمان رکھو خدائے تعالٰی بھی یہی فرماتا ہے۔

"لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝"[5]

---

[1] مسند ابن حنبل صفحہ ۳۵۰ جلد ۶ [2] طبقات صفحہ ۱۸۳ و اصابہ صفحہ ۳ [3] طبقات صفحہ ۱۸۳ [4] ایضاً و مسند صفحہ ۳۵۲ ج ۶ [5] سورہ ممتحنہ پارہ ۲۸۔

جو لوگ تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا، ان سے
اُن کے ساتھ احسان کرنے اور منصفانہ برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تم کو منع نہیں کرتا، بیشک
اللہ منصفانہ برتاؤ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو تم کو انھی لوگوں سے
دوستی کرنے کو منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارے میں لڑے اور جنھوں نے تم کو تمہارے
گھروں سے نکالا۔ اور تمہارے نکالنے میں (تمہارے مخالفوں کی) مدد کی اور جو شخص
ایسے لوگوں سے دوستی رکھے گا تو (سمجھا جائیگا کہ) یہی لوگ (مسلمانوں پر)
ظلم کرتے ہیں[1]۔

تب اُنھوں نے تحفے قبول کیے اور والدہ کو اپنے مکان میں قیام کرنے کی اجازت دی[2]۔
باوجودیکہ حضرت اسماء جاہ وثروت اور دولت سے مالامال تھیں لیکن اُنھوں نے شعار اسلامی
سادگی اور وضعداری کو ہاتھ سے نہ جانے دیا ہمیشہ موٹا کپڑا پہنتیں، نان خشک سے گزر
کرتیں اور فقیرانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ اُن کی سادگی واقعہ ذیل سے ظاہر ہوتی ہے۔
اُن کے بیٹے منذر جب عراق کی لڑائی فتح کرکے واپس آئے تو کچھ زنانے خوبصورت اور
باریک منقش کپڑے بھی لیتے آئے۔ جب اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ کپڑے
پیش کیے۔ (چونکہ آنکھ کی بصارت جا چکی تھی اسلئے) ہاتھ سے ٹٹول کر کپڑے کی خوبیاں
معلوم کیں۔ تو بہت خفا ہوئیں اور لینے سے انکار کر دیا۔ منذر پھر موٹے کپڑے لائے تو اُس کو
بخوشی قبول کیا۔ اور کہا بیٹے مجھے ایسے ہی کپڑے پہنایا کرو[3]۔

سخاوت

فیاضی اور سخاوت جو عرب کا اصلی جوہر ہے وہ اُن کے مزاج میں بہت زیادہ تھی
اپنے بچوں کو ہمیشہ نصیحت کیا کرتی تھیں کہ اپنا مال دوسروں کے کام نکالنے اور
اُن کی مدد کرنے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ جمع کرنے کے لئے، اگر تم اپنا مال خدا کی مخلوق پر خرچ کرو گے
اور بخل کرو گے تو خدا بھی تم کو اپنے فضل و کرم سے محروم کر دے گا۔ تم جو کچھ صدقہ دو گے یا خرچ کرو گے
درحقیقت وہی تمہارے لئے ایک اچھا ذخیرہ ہو گا۔ اور وہ ایسا ذخیرہ ہے کہ کبھی کم نہ ہو گا اور نہ
ضائع ہو گا[4]۔

[1] طبقات صفحہ ۱۹۴، [2] ایضاً، [3] ایضاً صفحہ ۱۸۳۔

حضرت اسماء جب کبھی علیل ہو جاتین تو تمام غلامون کو آزاد کر دیتین[1]۔
حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنی وفات کے وقت زمین کا ایک قطعہ ترکہ مین چھوڑا تھا وہ حضرت اسماء کے حصہ مین آیا اُس کو ایک لاکھ درہم مین فروخت کر کے وہ رقم اعزہ و اقارب پر تقسیم کر دی[2]۔

چونکہ حضرت زبیرؓ کے مزاج مین تشدد زیادہ تھا اسلئے حضرت اسماء نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ کیا مین اپنے شوہر کی بلا اجازت اُن کے مال سے کچھ فقراء و مساکین کو دیسکتی ہون۔؟ آپنے فرمایا ہان دیسکتی ہو[3]

ایک مرتبہ اُن کی والدہ مدینہ منورہ آئین اور اُن سے کچھ روپئے مانگے اُنھون نے حسب عادت آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ میری والدہ مشرکہ ہین اور وہ مجھ سے روپئے مانگتی ہین کیا مین ایسی حالت مین اُن کا سوال پورا کر سکتی ہون؟ آپنے فرمایا ہان وہ تمہاری والدہ ہین مدد کرنا چاہیئے[4]

ہمت اور اخلاق حضرت اسماء مجسم پیکر اخلاق تھین انمین اخلاص اور نیک نیتی کا مادہ فطرتاً ودیعت ہوا تھا بنی نوع کی ہمدردی، اور للہیت کی طرف بہت مائل تھین

ایک دفعہ آنحضرت صلعم کسوف کی نماز پڑھا رہے تھے، آپنے نماز کو بہت طول دیا حضرت اسماء گھبرا گئین اور تھک کر ادھر اُدھر دیکھنے لگین تو اُن کے پاس دو عورتین اور بھی کھڑی تھین۔ اُن مین ایک موٹی اور دوسری دبلی اور کمزور تھی اُن دونون کا کھڑا رہنا باعث تسلی ہوا اپنے خیالات کو بدلا اور کہا مجھے ان سے زیادہ دیر تک کھڑا رہنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ نماز ختم ہونے تک برابر کھڑی رہین۔ چونکہ نماز کئی گھنٹے تک ہوئی تھی باوجودیکہ بہت صبر و استقلال سے کام لیا لیکن آخر کار غش آگیا اور سر پر پانی چھڑکنے کی نوبت آئی[5]

فضل و کمال لوگ حضرت اسماء کے بہت معتقد تھے اور عقیدتمندی سے ملتے تھے اُن کے تقدس و عظمت کا عام شہرہ تھا اُن سے ہر شخص دعا کا طالب رہتا تھا لوگ مصیبت کے وقت خصوصیت سے دعا کراتے تھے کبھی کوئی عورت بخار مین مبتلا ہوتی تو دعا کرانے کیلئے آتی آپ اسکے سینے پر پانی

[1] ادب المفرد صفحہ ۔۔ [2] بخاری ۔۔ [3] مسند ۔۔ [4] بخاری باب الہدیۃ للمشرکین ۔۔ [5] مسند ۔۔ (footnotes partly illegible)
صفحہ ۳۵۳ ۔ ۲۶ ۔ مسند صفحہ ۳۴۹ ج ۶ ۔ صحیح بخاری صفحہ ۱۴۳ ج ۱۔

چھڑک دیتیں اور کہتیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ بخار آتش جہنم کی گرمی ہے، اُس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔[1]

جب کبھی آپ کے گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو آپ آنحضرت صلعم کے جُبّۂ مبارک کو (جو کہ حضرت عائشہؓ نے وفات کے وقت حضرت اسمار کو دیدیا تھا) دھوکر اسکا پانی پلادیتی تھیں بیمار کو شفا ہوجاتی تھی[2]

حضرت اسمار نے کئی بار حج بھی کیا ہے پہلا حج آنحضرت صلعم کے ساتھ کیا تھا[3]۔ آنحضرت صلعم سے تقریبًا چھپن حدیثیں روایت کی ہیں۔ جو صحیحین و سنن میں موجود ہیں جن لوگوں نے اُن سے روایت کی ہے اُن میں سے بعض لوگوں کے نام یہ ہیں۔

عبداللہ، عروہ، فاطمہ بنت المنذر، ابن عباس، ابن ابی ملیکہ، وہب بن کیسان، مسلم معری وغیرہ،

آپ بڑی عقیلہ راسخ الاعتقاد، قلب کی مضبوط، نہایت بردبار، اور بہت صابر تھیں[4]،

طلاق عام کتابوں میں حضرت اسمار کو حضرت زبیر کے طلاق دینے کا حال مجملاً لکھا ہے وجہ طلاق کسی نے نہیں لکھی۔ صرف ابن اثیر نے اسد الغابہ میں بتلایا ہے کہ طلاق کے دو سبب کہے جاتے ہیں ایک تو یہ کہ حضرت اسمار بہت مسن تھیں اور کبر سنی کی وجہ سے آنکھوں کی بینائی بھی رخصت ہوچکی تھی[5] اسلیئے حضرت زبیرؓ اپنے پاس سے جدا کرنے پر مجبور ہوگئے تھے[6]

دوسرے یہ کہ دونوں کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوگئی تھی جسکی بنا پر طلاق وقوع میں آئی۔

ہمارے نزدیک پہلی صورت اسلیئے قابل تسلیم نہیں کہ اُسوقت اسلام کے اخلاقی عناصر تعلیم اتنے کمزور نہیں تھے کہ حضرت زبیرؓ جیسے مقتدر رکن ملت صرف اس قصور پر طلاق دیدیتے۔ کہ وہ بوڑھی ہوگئی تھیں۔ دوسرے واقعات کے ہوتے ہوئے قیاس بھی اسطرف رہبری کرنے سے قاصر ہے چنانچہ ایک دوسرا سبب البتہ عقل میں آتا ہے جسکا وقوع میں آنا بالکل ممکن ہے کیونکہ حضرت زبیرؓ کے مزاج میں تیزی بہت تھی اور وہ تشدد کے عادی تھے۔ باہمی مخالفت سے کشیدگی کی نوبت آگئی ہوگی جو آخر میں باعث طلاق ہوئی۔

---

[1] صحیح بخاری صفحہ ۸۵۰ ج ۲۔ [2] مسند صفحہ ۳۴۸ ج ۶ [3] صحیح مسلم صفحہ ۴۷۹ ج ۱ [4] اسد الغابہ صفحہ ۳۹۳، [5] در المنثور صفحہ ۳۳۰ و اسد الغابہ صفحہ ۳۹۳ و استیعاب صفحہ ۷۲۴، [6] ایضًا و فتح الباب صفحہ ۱۶۳،

روایتا و درایتا دونون صورتون مین بمقابلہ پہلے کے سبب بہت زیادہ سمجھ مین آتا ہے۔ اسکے علاوہ

ابن اثیر کے اس بیان سے بھی ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے وہ کہ ایک مرتبہ کسی بات پر حضرت زبیر حضرت اسما پر خفا ہوئے یہان تک کہ زدوکوب کی نوبت پہونچی۔ حضرت اسما نے اپنے بیٹے عبد اللہ سے مدد چاہی۔ حضرت زبیرؓ نے اُن کو آتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ اگر تم یہان آؤگے تو تمہاری مان کو طلاق ہے۔ عبد اللہ نے کہا کہ آپ میری مان کو نشانۂ قسم بناتے ہین یہ کہتے ہوئے آئے اور اپنی مان کو اُن کے پنجہ سے چھوڑا لیا۔[1]

اس طلاق کے بعد حضرت اسما اپنے صاحبزادے عبد اللہ کے پاس چلی آئین اور وہین رہنے لگین عبد اللہ جیسا فرمانبردار بیٹا ہونا بھی بہت مشکل ہے وہ اپنی بوڑھی مان کی بہت اطاعت کرتے تھے اور اُن کی رضامندی کو اپنے مقاصد کی کنجی سمجھتے تھے۔

بہادری و اخلاقی جرات اور صبر و استقلال کی بہترین مثال جس طرح سرزمین عرب کی یہ خصوصیت ہے کہ اُسکا بچہ بچہ فیاض و سخی ہوتا ہے اسی طرح سے جرات و دلیری بھی اُن لوگون کی مخصوص جبلت ہے اور حقیقتاً سخاوت و شجاعت کا دامن چولی کا ساتھ ہے بلکہ فیاضی لازمۂ دلیری ہے۔

حضرت اسما جہان سخاوت مین بہت کم اپنی مثال رکھتی تھین دلیری و شجاعت بھی اُنمین کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ سعید بن عاص کے زمانہ حکومت مین مدینہ منورہ مین فتنہ و فساد برپا ہوا اور شہر مین بہت بدامنی پھیل گئی، چوریان ہونے لگین تو حضرت اسما ایک خنجر سرہانے رکھکر سویا کرتی تھین۔ لوگون نے پوچھا کہ آپ ایسا کیون کرتی ہین، کہا جب کوئی چور آئیگا مجھپر حملہ کرے گا تو مین اُسکا پیٹ چاک کردون گی۔[2]

حضرت عبد اللہ جب سن شعور کو پہونچے تو فضائل اخلاق کا پیکر مجسم تھے اور کیون نہ ہوتے آپ کی پیدائش آنحضرت صلعم کے عہد مبارک اور عہد اسلام مین ہوئی یہی کیا کم سعادت ہے۔ دوسرے آنحضرت صلعم نے آپ کو گود مین لیا اور اپنے دست مبارک سے گھٹی دی اور دعا سے سرفراز فرمایا پھر بھی آپ جامع صفات نہ ہوتے تو کون ہوتا۔ ادھر آپ سنہ ۶۶ھ مین عراق عرب کے

خلیفہ ہوئے اُدہر سلطنت بنو اُمیہ کا فرمانروا یزید اسلام مین فسق وفجور پھیلانے پر تل آیا اور
فتنہ وفساد برپا کرنے لگا صدہا لوگ اُس گم کردہ راہ کی بیعت قبول کر رہے تھے آپ نے
اُس کی بیعت سے انکار کر دیا۔ مکہ کو اپنا ماوی وملجا بنایا اور وہین سے اپنی خلافت کی صدا بلند
کی چونکہ ہر متنفس آپ کی عظمت، شوکت، جلالت، حق گوئی، اور سلامت روی کا معترف تھا
اس لیئے سب نے آپ کی دعوت خلافت پر لبیک کہا اور جوق در جوق حلقہ بگوش بیعت ہوئے
بعد مین جب عبد الملک بن مروان نے عنان حکومت اپنے ہاتھ مین لی تو عبد الملک بن مروان
کے وزیر حجاج نے آپ سے مقابلہ کا تہیہ کیا اور فوج لیکر چڑھائی کی ۔ یکم ذی الحجہ ۷۲ھ
مین مکہ کا محاصرہ کیا چھ مہینے تک برابر جنگ ہوتی رہی جب رسد بند ہو گئی اور حضرت عبد اللہ
کے معین و مددگار محاصرہ کی تنگیون سے بھاگ نکلے اور تھوڑے آدمی رہ گئے تو آپ اپنی
والدہ محترمہ حضرت اسماء کے پاس آئے اور عرض کیا یا اُمی وفادارون کی بیوفائی اور باقی ماندگان
کی بیصبری سے پریشان ہون میری سمجھ مین نہین آتا کہ کیا کرون اگر آپ کی رائے ہو تو اطاعت
قبول کر لون کیونکہ اس صورت مین ممکن ہے کہ حجاج اور اُسکے ہمراہیون سے جو کچھ چاہون
وہی ہو جائے چونکہ حضرت اسماء بہت دلیر اور راسخ الاعتقاد اور جان نثار اسلام
وفدائے ملت تھین اس لیئے آپ نے جواب دیا کہ اے فرزند تم اپنی مصلحت خود سمجھ سکتے ہو
تمہین اگر اپنے حق وصداقت پر کامل ہونے کا یقین ہے تو تم کو ثابت قدم رہنا چاہیئے اور
صبر واستقلال پر کاربند رہنا چاہیے مردون کی طرح لڑو اور ذلت کی کوئی بات جان کے
خوف مین اگر ہرگز نہ برداشت کرو عزت کیساتھ تلوار اٹھانا ذلت اور رسوائی کے ساتھ
دنیا کی تمام نعمتون کا مزہ چکھنے سے زیادہ بہتر ہے ۔
اگر تم جام شہادت پیوگے تو مجھے خوشی ہو گی اگر تم دنیا کی بے ثباتی کے خواہشمند ہو
تو تم سے بڑھکر کون شخص برا ہو گا کہ خود بھی برا بنتے ہو اور خلق خدا کو بھی ہلاکت وقعر مذلت مین
ڈالتے ہو اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ مین تنہا ہون اور بجز اطاعت کوئی چارہ نہین تو یہ روش شریفون
کی نہین تم کب تک زندہ رہو گے ایک دن مرنا ضروری ہے اور وہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ
مین کلام نہین تو یہی بہتر ہے کہ نیک نام مرو تاکہ مجھے مسرت کا موقع ملے حضرت عبد اللہ نے اپنی والدہ

محترمہ کی یہ زرین نصیحت سنکر کہا مجکو یہ خوف ہی کہ اہل شام مرنے کے بعد طرح طرح کے عذاب دینگے
حضرت اسمار نے کہا بیٹا جو کچھ تم نے اپنا خیال ظاہر کیا وہ بیشک ٹھیک ہی لیکن جب لوگ بکری کو
ذبح کر ڈالیں پھر خواہ اُس کا پوست نکالیں خواہ قیمہ کریں بکری کو کوئی اذیت نہیں پہونچتی
اُس کے بعد حضرت عبد اللہ نے اپنی والدہ محترمہ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا درحقیقت میرا بھی
یہی خیال ہے کہ مین حق کے آگے دنیا کو ہیچ سمجھتا ہون اور یہ کام مین نے محض دین کے استحکام
کے لیے کیا ہے اور اب مین آج ضرور لڑکر شہادت حاصل کرون گا لیکن ایسا نہو کہ آپ کچھ
افسوس کرین امّان آج تک آپ کے بیٹے نے کوئی فسق و فجور نہین کیا اور احکام شریعت کے
اجرا مین عمداً غلطی نہین کی اور نہ عمّال کے ظلم و ستم سے خوش ہوا پھر آسمان کی طرف منھ اُٹھا کر
کہا دو بار الٰہا تو خوب جانتا ہے جو کچھ مین نے اپنی والدہ سے کہا ہے وہ تزکیہ نفس کے لیے نہین
کہا بلکہ محض اُن کی تسلی و تشفی کے لیے کہا ہی تاکہ وہ اس حال کو دیکھکر متاسف نہون حضرت اسما
نے فرمایا اے فرزند مجھے اُمید ہی کہ میرا صبر تیرے حق مین ایک عدیم النظیر صبر ہوگا اگر تو میرے
سامنے ہلاک ہوا تو میرے اجر کا باعث ہوگا اور فتحیاب ہوا تو میرے لیے وجہ مسرت و شکرگذاری
ہوگا بسم اللہ آگے بڑھو مآل کار دیکھو اُسکے بعد حضرت عبد اللہ نے اپنی والدہ ماجدہ سے
دعاے خیر کی التجا کی اور زرہ پہنکر مان کو آخری صورت دکھانے کے لیے آئے ۔
حضرت اسما (نابینا تھین) جب رخصت کرنے کے لئے حضرت عبد اللہ کو گلے لگانے لگین
تو ہاتھ مین زرہ محسوس ہوئی بولین عبد اللہ جو لوگ شہادت کے مشتاق ہوتے ہین ۔ وہ زرہ
جوشن کو بالائے طاق رکھدیتے ہین حضرت عبد اللہ نے کہا مین نے آپ کے اطمینان
کے لیے پہنی ہی فرمایا بیٹا مجھے زرہ سے اطمینان نہو گا دامن کمر سے باندھو اور حملہ کرو حضرت عبد اللہ
نے ایسا ہی کیا اور یہ رجزیہ شعر[1]

انّی اذا اعرف یومی اصبر ۔ وانما یعرف یومہ الحر ۔ اذ بعضھم یعرف ثم ینکر
پڑھتے ہوئے ایسا لڑے کہ شہید ہوگئے[1]

شہادت کے بعد حجاج نے حضرت عبد اللہ کی نعش حجون پر لٹکادی تین دن گذرنے کے بعد

[1] در منثور صفحہ ۳۴،،

حضرت اسماٴ اپنی کنیز کے ساتھ آئین نعش کو دیکھا کہ اُلٹی لٹکی ہوئی ہے یہ دردناک نظارہ دیکھکر اور نہایت صبر و استقلال سے کام لیکر کہا کیا ابھی وہ وقت نہین آیا کہ یہ شہسوار اسلام و فدائے ملت گھوڑے پر سے اُتر سکے۔

راست گوئی صداقت بیانی حضرت اسمار کا خاص شعار تھا بالخصوص حجاج بن یوسف جیسے ظالم و جفا کار کے مقابلہ مین اُنکا حق بیانی پر قائم رہنا قابل ذکر و توصیف ہی حقیقت مین جرأت و بہادری کے ایسے شاندار کارنامے عورتون مین ایسی ہی فرشتہ صفت اور فقد المثال خاتون کی بدولت صفحات تاریخ مین نظر آسکتے ہین در زمانیکی جو رفتار ہی وہ ظاہر ہی حضرت عبداللہ کی شہادت کے بعد حجاج حضرت اسمار کے پاس آیا اور حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

حجاج تمہارے لڑکے عبداللہ نے خدا کے گھر مین بیدینی، الحاد، پھیلایا تھا اسلیے اللہ تعالےٰ نے اُسپر ایک عذاب شدید نازل کیا

حضرت اسمار (فوراً دندان شکن جواب دیا) تو جھوٹا ہی میرا لڑکا ملحد نہ تھا بڑا صائم، شب بیدار، پرہیز گار، عبادت گذار اور ماں باپ کا فرمانبردار لڑکا تھا مگر مین نے آنحضرت صلعم سے یہ حدیث سُنی ہی کہ قبیلہ ثقیف سے دو آدمی پیدا ہونگے جن مین سے پہلا دوسرے سے بدتر ہوگا ایک کذاب مختار ثقفی ہی، اُسکو تو دیکھ چکی دوسرا ظالم تو ہی جسکو اب دیکھ رہی ہون۔[۵]

حجاج آپ کے اس بے ہراس اور تلخ جواب سے جلگیا اور پیچ و تاب کھا کر خاموش ہو رہا۔

ایک دوسری روایت سے یہ واقعہ بھی ثابت ہی جو حضرت اسمار کی دلیری و جرأت پر دال ہے جب حجاج نے اسمار سے کہا کہ مین نے تمہارے بیٹے کیساتھ کیسا سلوک کیا تو آپنے جواب دیا کہ تو نے میرے بیٹے کی دنیا اور اپنی آخرت خراب کی اور فرمایا مین نے سنا ہی کہ تو میرے بیٹے کو طنزاً ابن ذات النطاقین کہتا تھا بیشک مین نے رسول اللہ صلعم اور اپنے والد ابوبکر کا کھانا نطاق سے باندھا تھا لیکن مین نے یہ حدیث بھی سُنی ہی کہ ثقیف (قبیلہ کے نام سے ایک کذاب اور ایک ظالم پیدا ہوگا کذاب کو دیکھ چکی ہون اور ظالم تو ہی حجاج اس حدیث کو سنکر متاثر ہوا اور ممبر سے اُٹھ کھڑا ہوا[۶] چند دنون کے بعد عبدالملک بن مروان کے حکم سے وہ نعش سولی سے اُتاری گئی۔

حضرت اسمار نے منگوا کر غسل دلوایا نعش کے جوڑ جوڑ الگ ہوگئے تھے غسل دیتے وقت بڑی دقت ہوئی لیکن یہ عبرتناک منظر بھی حضرت اسمار نے دیکھا اور بہت صابر و شاکر رہین۔

حضرت اسمار باوجود متواضع اور منکسر المزاج ہونے کے اپنی بہن حضرت عائشہ صدیقہ رضکیطرح بے انتہا خوددار تھین چنانچہ بیان مذکورہ بالا سے واضح ہوگیا کہ آپ کی خودداری حجاج سے کبر و نخوت کیساتھ کیسا واجبی سلوک کرتی تھی

وفات حضرت اسمار خدائے لایزال کی بارگاہ مین دعا مانگا کرتی تھین کہ جب تک مین عبداللہ کی نعش نہ دیکھلون

[۴] اسد الغابہ صفحہ ۲۴۳، [۵] استیعاب صفحہ ۴۹۶ و [۶] طبقات صفحہ ۱۸۱، [۷] صحیح مسلم صفحہ ۳۷۵ ج ۲۔

مجھے موت نہ آئے[۱] چنانچہ حضرت عبد اللہ کی شہادت کو ایک ہفتہ بھی نہ گذرا تھا کہ حضرت اسماء نے اپنی حیات مستعار کے سو سال پورے کر کے جمادی الاول ۷۳ھ میں بمقام مکہ معظمہ کل نفس ذائقۃ الموت کا جام نوش کر کے سفر آخرت اختیار کیا[۲] حضرت اسماء کی عمر باوجودیکہ سو برس کی تھی لیکن ایک دانت بھی نہ ٹوٹا تھا اور ہوش و حواس بالکل درست تھے دراز قد، جسیم و شحیم تھیں تمام قوی صحیح و سالم تھے[۳] حضرت اسماء آخر عمر تک مصائب کا شکار رہیں ۳۶ھ میں اُن کے شوہر حضرت زبیرؓ واقعہ جمل سے واپس آ رہے تھے تو ایک شخص عمرو بن جرموز المجاشعی نے وادی السباع میں اُنکو قتل کر دیا۔

حضرت اسماء کو جب اس جانکاہ واقعہ کی خبر پہونچی تو بہت رنجیدہ ہوئیں اور اسی غم و الم میں یہ مرثیہ زبان پر لائیں۔

غدر ابن جرموز بفارس بهمة	جرموز نے ایک شہسوار بلند ہمت والے شخص کو
يوم الهياج وكان غير معرد	لڑائی کے دن ایسی حالت میں کہ وہ بے سر و سامان اور
يا عمرو لو نبهته لوجدته	بے ہتھیار تھا بیوفائی (دغا) کی اے عمرو کاش تو اسکو متنبہ
لا طائشا رعش الجنان ولا اليد	کر دیتا تو البتہ بالضرور تو اسکو ایک ایسا شخص پاتا کہ نہ اسکے دل میں
ثكلتك امك ان قتلت لمسلما	خوف ہوتا اور نہ اسکے ہاتھوں میں لرزہ ہوتا تیری ماں تجھ پر روئے (خدا
حلت عليك عقوبة المتعمد[۴]	تجھے سمجھے) تو نے ایک مسلمان کو قتل کر ڈالا تجھ پر ضرور عذاب نازل ہوگا۔

اُدہر شوہر کی وفات اور اِدہر لخت جگر نور نظر عبد اللہ کی شہادت یہ دونوں واقعے قیامت سے کم نہ تھے لیکن مرحبا کہ باوجود ان سخت واقعات کے جس عزم و استقلال اور صبر و شکر سے کام لیا وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔

ایسی نظیر تاریخوں میں بہت کم دستیاب ہو سکتی ہے خدا سب کو ایسی ممتاز خاتون کا متبع کرے اور شدائد میں صبر و تحمل کی توفیق دے۔

۱؎ استیعاب صفحہ ۲۲۶، ۲؎ استیعاب صفحہ ۷۲۴ و اسد الغابہ صفحہ ۳۹۳ و در منثور صفحہ ۳۴۱، ۳؎ اصابہ صفحہ ۸۴ جز ۸، ۴؎ در منثور صفحہ ۳۴

مصنفہ احقر العباد

حافظ مقصود احمد شیخ صدیقی قادری

بھوپال ۱۳۴۲ھ
۱۹۲۴ء